ماہنامہ
برجستہ
بانی: غلام حیدر شیخ
چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت
ONLINE EDITION
VOLUME: 4 | ISSUE 51 | MAY 2026

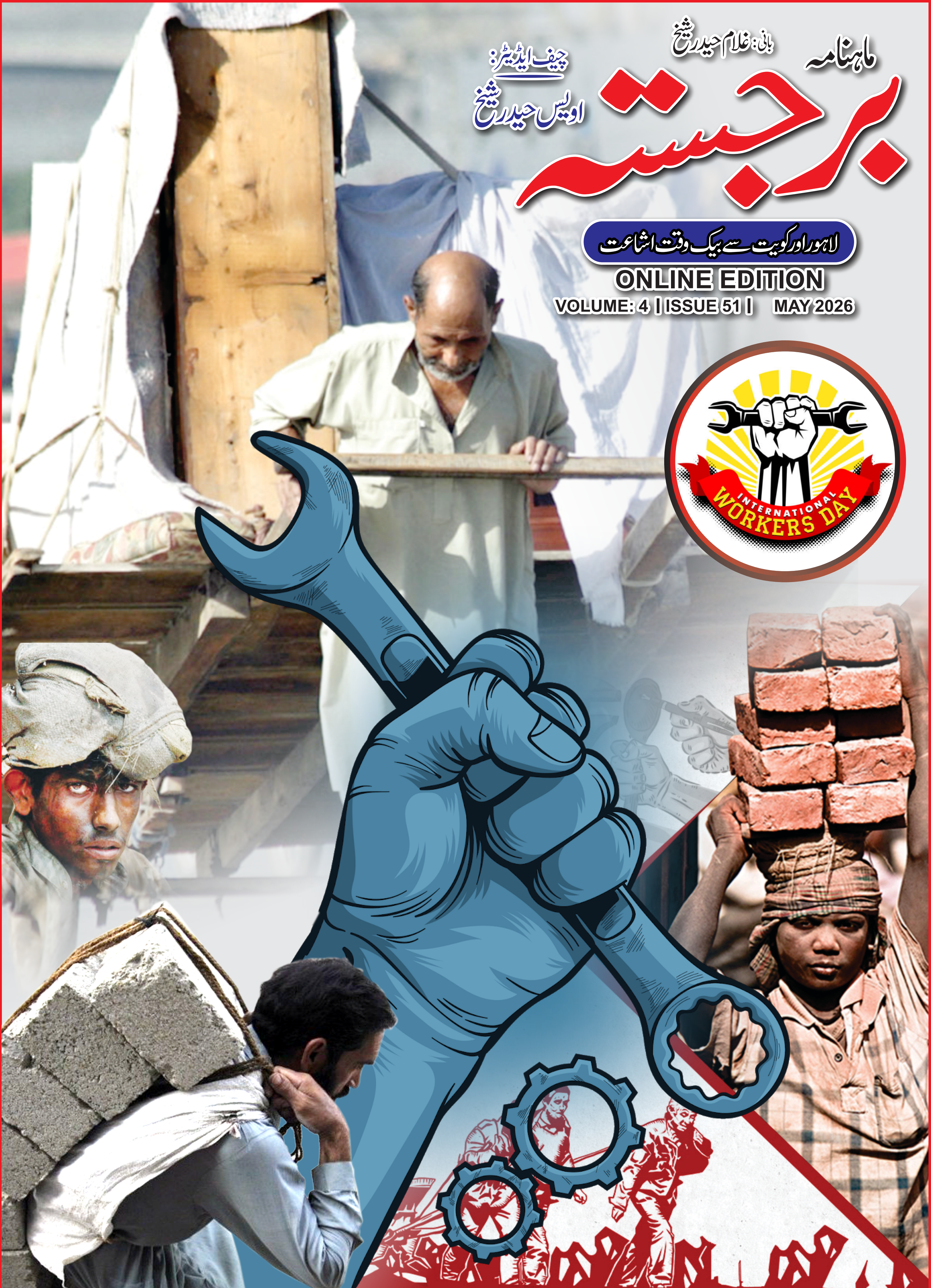

ISSN # : 3080-9746

ماہنامہ
برجستہ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

سرورق		فرنٹ
اشتہار		صفحہ 2
فہرست		صفحہ 3
اداریہ	پی ایس ایل 11، اختتام پذیر	صفحہ 4
کالم ومضامین	نیازمانہ۔۔۔۔زمانے کی تبدیلی	صفحہ 5-6
کالم ومضامین	ضمیر کی عدالت	صفحہ 7
کالم ومضامین	سرسید۔۔۔۔بے حجاب	صفحہ 8-9
کالم ومضامین	موسم گرما کے مسائل	صفحہ 10-11
کالم ومضامین	کویت میں پاکستانی مزدور کی شان۔۔۔۔۔میاں زبیر شرفی	صفحہ 12
کالم ومضامین	علامہ محمد اقبال قلندرِ لاہوری: تجلیات عشق مصطفیٰ ﷺ اور اسرار محبتِ اوّلیاء	صفحہ 13
کالم ومضامین	”سرزمین فورم“ بعنوان پاکستان کی فعال سفارتکاری	صفحہ 14-15
کالم ومضامین	ظالم حکمران اور بھوکی عوام	صفحہ 16
اشتہار		صفحہ 17
کالم ومضامین	مال ودولت دیکھ کر شادی کرنے کے نتائج	صفحہ 18-19
کالم ومضامین	قطب الدین ایبک	صفحہ 20
کالم ومضامین	بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟	صفحہ 21
کویت ڈائری	کویت کو خوراک کی ترسیل بلاتعطل جاری رہے گی، کے سی سی آئی	صفحہ 22
الفقرہ ڈائری	ترک پارلیمنٹیرین ”علی شاہین“ پاکستان کو OTS کا مکمل رُکن بنایا جائے	صفحہ 23-24
ایک شاعر ایک تعارف	اِنتہائی نفیس شخصیت کے حامل معروف۔۔۔اختر شمار	صفحہ 25
طب وسائنس	عید الضحیٰ	صفحہ 26
دین حق	نشہ آور اشیاء کا بڑھتا ہوا رُجحان اور اُس کے اثرات	صفحہ 27-28
بچوں کی کہانیاں	نیلی چڑیا اور بلی۔۔۔۔میری پیاری بلی تم نے ایسا کیوں کیا؟	صفحہ 29
کھیل کھلاڑی	پی ایس ایل کے کاغذی شیر۔۔۔کروڑوں میں بکنے والے کھلاڑی ناکام کیوں ہوگئے؟	صفحہ 30
فلمی دُنیا	برصغیر میں مزدوروں کے حقوق پر بنائے جانے والی یادگار فلمیں	صفحہ 31
اشتہار		صفحہ 32

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں
+965-6600-6571 FOR KUWAIT
+92-322-5300-703 FOR PAKISTAN

ISSN # : 3080-9746

پی ایس ایل 11 اختتام پذیر

پاکستان سپر لیگ (پی ایس ایل) کے گیارہویں سیزن کے فائنل میچ میں پشاور زلمی حیدرآباد کنگز مین کو پانچ وکٹوں سے شکست دے کر دوسری بار چیمپئن بن گئی۔ قذافی سٹیڈیم لاہور میں کھیلے گئے پی ایس ایل 11 کے فائنل میچ میں پشاور زلمی نے حیدرآباد کنگز مین کے خلاف ٹاس جیت کر پہلے فیلڈنگ کا فیصلہ کیا، حیدرآباد کنگز مین کی بیٹنگ لائن ابتداء سے ہی مشکلات کا شکار رہی پوری ٹیم 18 اوور میں 129 رنز بنا کر آوٹ ہوگئی اور زیادہ دیر ٹک نہ سکی۔ قذافی سٹیڈیم میں پی ایس ایل 11 کے فائنل میچ سے پہلے رنگارنگ اختتامی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں نامور گلوکاروں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ شائقینِ کرکٹ کی بڑی تعداد فائنل میچ دیکھنے کے لئے سٹیڈیم میں جمع تھی، ہاؤس فل تھا، تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ اس موقع پر آتش بازی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس کے شاندار مظاہرے سے نہ صرف سٹیڈیم میں موجود تماشائی بلکہ اِرد گرد کے رہائشی علاقوں کے رہنے والے بھی خوب محظوظ ہوئے۔ تقریب کی میزبانی پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان و کمنٹیٹر وسیم اکرم اور زینب عباس نے کی۔ پی ایس ایل کے چیف ایگزیکٹو سلمان نصیر ٹرافی کے ہمراہ میدان میں داخل ہوئے۔ پی ایس ایل کی فاتح ٹیم کو 14 کروڑ روپے اور دوسرے نمبر پر آنے والی ٹیم کو آٹھ کروڑ روپے کی انعامی رقم دی گئی۔ وزیرِ اعظم شہباز شریف بھی وفاقی اور صوبائی وزراء کے ہمراہ پی ایس ایل کا فائنل دیکھنے کے لئے سٹیڈیم میں موجود تھے۔ وزیرِ اعظم نے چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ محسن نقوی کے ہمراہ کھلاڑیوں سے فرداً فرداً مصافحہ کیا، میچ شروع ہونے سے پہلے فائنل کھیلنے والی ٹیموں کے کپتانوں کیساتھ تصویر کھنچوائی۔

پی ایس ایل ملک میں کھیل کا سب سے بڑا ایونٹ بن چکا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال، حکومت کی جانب سے اعلان کردہ بچت مہم اور سکیورٹی خدشات کے پیشِ نظر ابتدائی طور پر لیگ میچوں میں تماشائیوں کو سٹیڈیم آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ تاہم ناک آوٹ مرحلے میں شائقینِ کرکٹ کے پُرزور مطالبے کے بعد چند روز قبل چیئرمین پی سی بی نے وزیرِ اعظم سے ملاقات کی، جس کے نتیجے میں فیصلہ کیا گیا کہ بقیہ چار میچوں کے لیے تماشائیوں کو سٹیڈیم آنے کی اجازت دی جائے گی۔ فائنل میچ کی ٹکٹیں آن لائن فروخت کی گئیں اور ہاتھوں ہاتھ بِک گئیں۔ چیئرمین پی سی بی نے تماشائیوں کو سرِ شام سٹیڈیم میں پہنچنے کی ہدایت کر رکھی تھی جہاں اُنہیں میچ سے قبل اختتامی تقریب سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ صرف سٹیڈیم میں موجود تماشائی ہی اختتامی تقریب اور فائنل میچ سے محظوظ نہیں ہوئے بلکہ کروڑوں لوگوں نے اِسے ٹی وی سکرینوں اور آن لائن ایپلی کیشنوں کے ذریعے براہ راست دیکھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پی ایس ایل نے پاکستان پر بین الاقوامی کرکٹ کے بند دروازے کھولنے میں بہت مدد کی، شروع میں چند غیر ملکی کھلاڑی اِس کا حصہ بنے اور پھر غیر ملکی ٹیموں نے پاکستان آنا شروع کر دیا۔ اِس کی وجہ سے نہ صرف پاکستان میں شائقین کو کرکٹ دیکھنے کا موقع ملا بلکہ اِس کے ذریعے قومی کرکٹ ٹیم کو نیا ٹیلنٹ بھی میسر آیا۔ کھیلوں کا فروغ ہر صحت مند معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔ پاکستان میں کرکٹ محض ایک کھیل نہیں بلکہ ایک قومی جذبہ بن چکی ہے، جسے نہ صرف شوق سے دیکھا جاتا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی اس کی نمایاں حیثیت ہے۔ تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ کرکٹ کی چمک دمک میں باقی کھیل کہیں کھو گئے ہیں، اس کی طرح دیگر کھیلوں کو مطلوبہ توجہ اور سرپرستی نہیں مل سکی۔ خاص طور پر قومی کھیل ہاکی، جو کبھی پاکستان کی پہچان ہوا کرتا تھا، آج زوال کا شکار ہے۔ ایک وقت تھا جب پاکستانی کھلاڑیوں نے عالمی ہاکی میں اپنی مہارت کے جوہر دکھائے اور ملک کا نام روشن کیا، مگر گزشتہ چند دہائیوں میں جدید ہاکی کے تقاضوں کے باوجود پاکستان اپنے اُس عروج کو برقرار نہیں رکھ سکا جو ساٹھ اور ستر کی دہائی میں اس کا خاصہ تھا۔ اولمپکس کے میدان میں بھی پاکستانی کھلاڑیوں نے ملک کا نام روشن کیا، مگر افسوس کہ اس تسلسل کو برقرار نہ رکھا جا سکا اور پاکستان کی کارکردگی وقت کے ساتھ تنزلی کا شکار ہوتی گئی۔ تاہم گزشتہ سال جیولن تھرو میں پاکستانی کھلاڑی ارشد ندیم نے ایشین ایتھلیٹکس چیمپیئن شپ میں گولڈ میڈل جیت کر ایک بار پھر امید کی کرن روشن کی۔ اسی طرح سکوائش اور سنوکر جیسے کھیلوں میں بھی پاکستان عالمی چیمپیئن رہ چکا ہے، لیکن افسوس کہ وہی کھیل جن میں کبھی پاکستان کا شہرہ ہوا کرتا تھا، آج ان میں بھی ملک نمایاں حد تک پیچھے رہ گیا ہے۔ اِس کی بہت سی وجوہات ہیں تاہم سب سے بڑی وجہ کھیلوں کے شعبے سے مجموعی عدم توجہی ہے۔ خصوصاً معاشی مسائل نے اس بحران کو مزید گہرا کیا ہے، جہاں کھلاڑیوں کو وہ سرپرستی اور سہولیات میسر نہیں جو ان کا حق ہیں۔ دہشت گردی اور معاشی دباؤ نے بھی کھیلوں کے میدانوں کو ویران کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ قومی سطح پر کھیلوں کے انعقاد کی کوششیں جاری ہیں اور صوبائی حکومتیں بھی اس حوالے سے اقدامات کر رہی ہیں، مگر مجموعی طور پر ایک ایسی جامع، منظّم اور مربوط پالیسی کا فقدان ہے جو کرکٹ کے ساتھ ساتھ دیگر کھیلوں کو بھی ترقی دے سکے اور پاکستان کو مختلف کھیلوں میں دوبارہ نمایاں مقام دلوا سکے۔

ہمارے ہاں کھیل مختلف ایسوسی ایشنز اور متوازی نظاموں میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں، جس کے باعث نہ صرف نظم و ضبط متاثر ہوتا ہے بلکہ ترقی کا عمل بھی سست پڑ جاتا ہے۔ کھیل کے میدانوں میں اضافہ تو درکنار، موجودہ میدانوں کو اُن کی اصل حیثیت میں محفوظ رکھنا بھی ایک بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ خصوصاً بڑے شہروں میں، جہاں اِنہیں پارکوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے یا دیگر مقاصد کے لیے استعمال میں لا کر کھلاڑیوں کو اِن سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھیل کے میدان کو کھیل کے لیے ہی مخصوص رہنا چاہیے، کیونکہ یہی وہ جگہیں ہیں جہاں کھلاڑی روزانہ کی بنیاد پر اپنی صلاحیتوں کو نکھارتے ہیں۔ لاہور جیسے بڑے شہر میں بھی چند گنے چنے میدان اور کلب ہی باقی رہ گئے ہیں۔ میدان دراصل کھیل کی نرسریاں ہوتے ہیں، انہیں پارکوں یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا اپنے ہی ہاتھوں سے کھیلوں کو زوال کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔ یہ نہ صرف کھلاڑیوں کے مواقع محدود کرتا ہے بلکہ مستقبل کی صلاحیتوں کو بھی ابھرنے سے روکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت کھیلوں کے فروغ کے لیے اسکول سے لے کر قومی سطح تک ایک جامع اور یکساں پالیسی مرتب کرے۔ تمام کھیلوں کے لیے مربوط اور مؤثر نظام تشکیل دیا جائے جس کے ذریعے ہر کھلاڑی اپنی صلاحیتوں کو مرحلہ وار نکھارتا ہوا بین الاقوامی سطح تک پہنچ سکے اور ملک کا نام روشن کرے۔

بانی: غلام حیدر شیخ

ماہنامہ برجستہ

چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

ایگزیکٹو ایڈیٹر: علی حیدر شیخ

ایڈیٹر: اصغر علی کھوکھر

مینجنگ ایڈیٹر: عدیل احمد خان

ڈپٹی ایڈیٹر: عائشہ خان

ریزیڈنٹ ایڈیٹر جدہ: امیر محمد خان

لیڈی ایڈیٹر (یو۔کے): ڈاکٹر رابعہ حیدر

ایڈیٹر کویت: محمد عمر

فوٹوگرافر: ذوالقرنین حیدر

مارکیٹنگ اینڈ سرکولیشن: معیز احمد

ISSN # : 3080-9746

نیا زمانہ

زمانے کی تبدیلی۔۔۔ جدید ٹیکنالوجی اور ہماری ماضی

حفیظ اللہ خان

گزشتہ سے پیوستہ

شبنم پردے کے پیچھے:

زندگی کا پہلا موبائل فون میرے ہاتھوں میں آیا تو گویا ایک نئی دنیا کا دروازہ کھل گیا۔ پہلے تو سادہ نوکیا فون سے شروعات ہوئی لیکن جب کمال نے مجھے ایک چمکتا ہوا اسمارٹ فون Samsung JS تحفے میں بھیجا تو اس نے میری دنیا کو یکسر بدل کر رکھ دی۔ اب نہ صرف کمال کی کالز کا انتظار رہتا بلکہ میں نے سیکھنا شروع کیا کہ اس فون سے کیا کیا کچھ ممکن ہے!!!!!!

کمال میرا نیٹ پیکیج لگواتا تھا۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ نیٹ پیکیج لگانے والا دکاندار بھی رات کو مجھے کال کرنے کی کوشش کرتا اور میسج بھیجتا۔۔۔۔۔۔۔

ریحانہ نے مجھے کچھ بنیادی باتیں سکھائی تھی اور کمال نے باقی راستے دکھا دیے۔ جلد ہی میں نے اپنے لیے ایک نئی شناخت بنائی۔۔۔۔۔۔۔ فیس بک پر ایک اکاؤنٹ، شبنم کے نام سے۔ اپنی پہچان کو چھپانے کے لیے ایک اردو فلم (تیرے نام) کی ہیروئن بھومیکا چاولا کی تصویر پروفائل پر لگادی۔ یہ میرا پہلا قدم تھا ایک ایسی دنیا کی طرف جس کے بارے میں پہلے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

جب میں نے پہلی بار اپنی پروفائل بنائی تو دل میں عجیب سی دھڑکن تھی۔ مگر جیسے ہی چند دن گزرے

مجھے احساس ہوا کہ یہ دنیا کتنی آسانی سے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ میرے شبنم اکاؤنٹ پر چند ہی دنوں میں پانچ ہزار مردوں کی فرینڈ ریکویسٹ آ چکی تھی۔ یہ میرے لیے حیران کن بھی تھا اور نشہ جیسا بھی۔ ہر پیغام، ہر ریکویسٹ ایک نئی توجہ کا ذریعہ تھا اور یہ توجہ میرے لیے جیسے ایک نئی لت بن چکی تھی اب میں اکثر محبت بھرے اشعار شئر کرتی یہ محض وقت گزارنے کیلئے نہیں بلکہ اس خیالی دنیا کو سچ مان کر ان اشعار کو اپنی محبت کی ترجمانی سمجھتی تھی تب فرینڈز کے کمنٹ پڑھنا اور جواب دینا میری ذمہ داری بن گئی۔

سمارٹ فون نے مجھے ایسی آزادی دی جس کا میں نے پہلے کبھی تصور نہیں کیا تھا پھر میں فیس بک سے آگے نکل کر انسٹاگرام، ٹک ٹاک، واٹس ایپ اور دیگر ایپلی کیشنز پر بھی اپنا وقت گزارنے لگی۔ ان پلیٹ فارمز نے ایک خیالی دنیا تخلیق کر دی تھی جہاں میں اپنی مرضی سے جو چاہتی وہ بن سکتی تھی۔

ٹک ٹاک پر بھی میں نے اپنی پہچان بدل لی میں مختصر فلمی ویڈیوز اپ لوڈ کرتی خاص کر جب فلم میں ہیرو ہیروئن ایک دوسرے کے باہوں میں ہاتھ ڈال کے چلتے اور گاتے تھے۔انسٹاگرام پر تو اپنی تصویریں نہیں البتہ اپنے ہاتھ پر انگریزی حرف "K" مختلف سٹائل سیلکھ کر ضرور اپلوڈ کرتی اور کمال کو اس کی تصویر بھیج دیتی اس دوران کمال سے میرا تعلق اور بھی بے تکلف ہو چکا تھا اور میوزک میری شیطانی

روح کی غذا بن گئی تھی۔ میں اکثر فلمی گانے سنتی رہتی تھی۔ ایک عجیب سا نشہ تھا جو میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ گانے سنتے ہوئے لگتا تھا کہ یہ میرے دل کی آواز ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ آوازیں مجھے خالی اور بے مقصد دنیا کی طرف کھینچ رہی تھیں۔ میں ان گانوں کے سحر میں اتنی گم تھی کہ زندگی کی اصل حقیقتیں نظرانداز کر رہی تھی۔

میوزک، جو ایک وقت تفریح لگتا تھا، رفتہ رفتہ میرے دل میں بےچینی اور اداسی بھرنے لگا۔۔۔۔۔۔۔ نہ عبادت میں دل لگتا تھا اور نہ کسی کام میں۔ ہر لمحہ کوئی نہ کوئی دھن ذہن میں گونجتی رہتی جیسے میرے اندر کا سکون چھین رہی ہو۔ مجھے احساس نہ تھا کہ یہ گانے وقتی خوشی تو دیتے ہیں مگر روحانی سکون کو ختم کر دیتے ہیں۔ موسیقی نے مجھے اپنے جذبات کے فریب میں مبتلا کر دیا۔ یہ گانے مجھے ایک خیالی دنیا میں لے جا رہے تھے،،،،،،، جہاں ہر چیز عارضی تھی۔

کمال سے باتوں کا سلسلہ اب محض کالز تک محدود نہیں تھا۔ ہم گھنٹوں ویڈیو کالز کرتے، ہنستے، باتیں کرتے اور خوابوں کی دنیا بساتے میں خود کو اس کے ساتھ محسوس کرنے لگی تھی گویا یہی وہ دنیا تھی جہاں میری پہچان تھی لیکن یہ بھی سچ تھا کہ میں حقیقت سے کوسوں دور جا رہی تھی۔ کمال نے میرے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ زندگی میں سب کچھ ممکن ہے بس حوصلہ چاہیے اس کی باتوں نے مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں گھر والوں کی نظروں سے چھپ کر اپنی دنیا خود تخلیق کروں۔ میں رات دیر تک اپنے کمرے میں بند ہو کر موبائل میں گم رہتی کبھی کمال سے باتیں کرتی، تو کبھی فیس بک پر نئے دوست بناتی ریحانہ کی دی ہوئی تربیت اور کمال کے ساتھ دوستی کی وجہ سے میں تیزی سے اس خیالی دنیا کی عادی بنتی جا رہی تھی ہر نیا نوٹیفکیشن، ہر نیا پیغام مجھے ایک نئی خوشی دیتا تھا مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں آہستہ آہستہ اپنی اصل زندگی سے دور ہوتی جا رہی ہوں۔

یہ سب کچھ میرے لیے ایک کھیل کی طرح تھا مگر اس کھیل میں میری حقیقت دھندلا رہی تھی میں نے اپنی مرضی سے اس راستے پر قدم رکھا تھا لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ راستہ کہاں جا کر ختم ہوگا۔ میں نے ایک نئی دنیا میں قدم رکھا تھا جہاں سب کچھ آسان تھا مگر وہ آسانیاں میری اصل زندگی کے لیے کتنی مشکلیں پیدا کریں گی یہ میں نہیں سمجھ پائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اسماعیل کی امامت اور حاجی عرفان اللہ کا فخر:

امی باورچی خانے میں چکن کڑاہی تیاری کر رہی تھیں میں بھی ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی اُوکھلی میں لہسن اور ادرک کوٹ رہی تھی۔ یونیورسٹی کے فائنل ایئر کی چھٹیوں میں اسماعیل جب گاؤں آیا تو ہم سب گھر والے بہت خوش تھے۔

گاؤں کی خاموش فضاؤں میں رات کا سکون تھا۔ موسم خوشگوار تھا ہر طرف ہلکی ہوا کا ایک احساس پیدا ہو رہا تھا۔ عشاء کی اذانیں ہو رہی تھیں اسماعیل اور ابو مسجد جانے کی تیاری کر رہے تھے گھر کے آنگن میں امی نے مسکراتے ہوئے اسے کہیں۔ بیٹا! بات یہ ہے کہ آج آپ کا پسندیدہ کھانا

ISSN # : 3080-9746

بنارہی ہوں لیکن تھوڑا وقت لگے گا کیونکہ تمہارے ابو نے گوشت دیر سے لایا خیر!! جب آپ جماعت سیفارغ ہونگے تب تک کھانا بھی تیار ہوگا۔اسماعیل بھائی جو،پکا پنجگانہ نمازی تھاان کی کالی گھنی ملائم داڑھی اورگال صاف ہوتے تھے سر پر سفید ٹوپی اور پانچے ہمیشہ کی طرح ٹخنوں سےاو پر رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔۔

اسماعیل ہنسنے لگا اور کہا بہت خوب! امی جان! ارے اس چڑیل کوبھی کھاناپکاناسکھائیں تاکہ آپ پر بوجھ کچھ کم ہو اورمسجد کیلئے روانہ ہوئے۔امی مجھ سے مخاطب ہوکے کہنے لگیں شگفتہ کےتوسسرال والیخوش نصیب ہونگے اوران کی پکوانوں کاتو چرچا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔

مجھے یکدم کمال کے خاندان کاخیال آیا۔

مسجد کے دروازے پر پہنچ کر اسماعیل اور ابو دائیں پاؤں آگے کرکے مسجد داخل ہوئے۔مسجد کی روشنی میں تمام گاؤں کےافراد جوعشاء کی نماز کے لیےجمع ہورہیتھے اورمنتظر امام تھے۔اتنے میں ان میں حاجی عمران اللہ چاچا جوگاؤں کا ایک معزز اور بزرگ شخصیت تھے۔ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اوروہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئےمسجد میں داخل ہوئے۔حاجی صاحب نے نمازیوں کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھااورپھر امام صاحب کی غیرموجودگی کی خبردی، "امام صاحب ساتھ والے گاؤں میں نکاح پڑھانے گئے ہیں! تو آج جماعت کون کرائے گا؟"

☆☆☆☆☆☆

اسماعیل کوجماعت کی دعوت:

حاجی عمران اللہ نے چاروں طرف دیکھااورپھراسماعیل پرنظر ڈال کر کہا "بیٹا اسماعیل! کیوں نہ آج تم امامت کراؤ؟" اسماعیل ایک لمحے کے لیے چونکا لیکن پھراپنے والد کی طرف دیکھا۔والد نے محبت بھرے انداز میں سرہلایا اورکہا، "بیٹا، ہاں آگے بڑھو۔"

اسماعیل نے جھجکتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔دل کی دھڑکن تیزتھی لیکن ایک اندرونی اطمینان بھی محسوس ہورہا تھا۔ والد نے اقامت شروع کی اور اسماعیل نے نیت باندھ لی۔

قرائت کی خوبصورتی:

جب اسماعیل نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع کی تومسجد کےاندرایک عجیب ساسکون چھا گیا۔اس کی آواز میں نہ صرف قرآنی آیات کی خوبصورتی تھی بلکہ ایک روحانی جذبہ بھی محسوس ہورہا تھا۔پہلی رکعت ختم ہوئی تو پیچھے کھڑے نمازیوں کے چہروں پرخوشی اورسکون کےتاثرات نمایاں تھے۔

پہلی رکعت میں سورۃ نصر اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ کر چار رکعت نماز کے بعد جب اسماعیل نے سلام پھیرا تو حاجی عمران اللہ چچا نے پہلا جملہ کہا، "ماشائاللہ، بیٹا! بہت عمدہ قرائت ہے۔" دوسرے نمازیوں نے بھی دل کھول کر تعریف کی۔حاجی عرفان اللہ نے اسماعیل کےقریب آکر کہا، "بیٹا! مجھےتم پرفخر ہے۔یونیورسٹی میں رہتے ہوئےتم نے نہ صرف عصری علوم حاصل کیے بلکہ آخرت کے لیےبھی تیاری کی ہے۔ یہ تمہارے والدین کی بہترین تربیت کانتیجہ ہے۔"

مسجد سے واپسی پر ابو کے چہرے پر ایک خاص خوشی تھی۔ انہوں نے راستے میں کہا، "بیٹا! واقعی بہت پیاری قرائت تھی تمھاری ۔۔اسماعیل!!!!!! لوگ جب والدین کے سامنے اِن کی اولاد کی تعریف کرتے ہیں تواس سے والدین کا سینہ بہت چوڑا ہوتا ہے خدا تجھے ہمیشہ کامیاب رکھے "اسماعیل نے اپنے والدکودیکھااوردل میں دعا کی کہ اللہ کریں میں ہمیشہ والدین اور اساتذہ کے اعتماد پر پورا اتروں۔

(جاری ہے)

ISSN # : 3080-9746

ضمیر کی عدالت

ایڈووکیٹ امجد خان اچکزئی

وکالت اور عدالت کے الفاظ سنتے ہی انسان کے ذہن میں کئی طرح کے خیالات، ذاتی تجربات، معاشرے میں گردش کرتی کہانیاں اور دلچسپ باتیں ابھرتی ہیں۔ مثلاً حق و باطل کا معرکہ، ظالم اور مظلوم کی لڑائی، وکیل اور موکل کا رشتہ، وکیل کی مؤثر بحث اور جج کے قلم سے صادر ہونے والا فیصلہ وغیرہ۔ لیکن زیرِ نظر تحریر میں میرا موضوعِ بحث وکالت اور عدالت کے اس روایتی اور مسلکی تصور سے قدرے مختلف ہے۔ میرا موضوع صرف اور صرف میری ذات تک محدود ہے اور اس میں مخاطب بھی میری اپنی ذات ہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انسان اپنی ذات کے اندر بیک وقت وکیل بھی ہے اور جج بھی۔ کبھی وہ اپنی دلچسپی اور ذات سے متعلق امور کی بھرپور وکالت کرتا ہے، اور کبھی اپنے تمام جذبات، خواہشات اور احساسات کو قابو میں رکھ کر، صرف حقائق اور سچ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے ضمیر کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے؛ جو کہ ایک بہت ہی مشکل اور اعصاب شکن مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جج خود بھی ایک انسان ہے اور فیصلہ صادر کرتے وقت بیک وقت کئی انسانی اور بشری کمزوریوں کے بوجھ تلے دبا ہوتا ہے۔

دوسری طرف اگر ہم ایک مقدمے میں وکیل کے کردار پر غور کریں، تو نسبتاً اس کی دماغی کاوش، محنت اور عرق ریزی کم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ تر ایک ہی سمت میں سوچتا ہے اور اپنے موکل کے دفاع کے زاویے سے فائل کو پڑھتا اور مقدمے کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اپنے موکل کا دفاع کرتے ہوئے اس کے پیشِ نظر صرف اس کے حقوق کی حفاظت نہیں ہوتی، بلکہ اس مقدمے میں اکثر و بیشتر اس کا ذاتی مفاد اور دلچسپی بھی شامل ہو جاتی ہے، کیونکہ اسے نہ صرف اپنے موکل کا بلکہ اپنی لی ہوئی فیس اور شہرت کا بھی دفاع کرنا ہوتا ہے۔ میرے خیال میں انصاف کی فراہمی کی راہ میں وکیل کی یہی ذاتی دلچسپی ایک بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔

کسی مقدمے میں جب وکیل کا ذاتی مفاد شامل ہو جاتا ہے — وہ چاہے کسی بھی شکل میں ہو — تو اس سے نہ صرف نظامِ انصاف کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ خود اس کے اندر کا انسان بھی زخمی ہوتا ہے اور کبھی کبھار مر بھی جاتا ہے۔ وکیل چونکہ نظام کے تمام پیچ و خم سے آشنا ہوتا ہے، اور اپنے موقف کا دفاع کرتے ہوئے نظامِ انصاف اور قانون کو اپنی منشا کے مطابق استعمال کرنے اور متعلقہ قانونی دفعات کی تشریح کا ہنر جانتا ہے اس لئے اکثر و بیشتر اس کی یہ پیشہ ورانہ کاوش جج کے فیصلوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اگرچہ وکالت ایک نظامی ضرورت ہے۔

لیکن مجھے شروع ہی سے اس نقطے پر اعتراض رہا ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ میں پوری دلجمعی اور ذوق و شوق سے وکالت نہیں کر سکا۔ 2007 سے اب تک میں شعبہ وکالت سے منسلک رہا ہوں؛ اس 19 سالہ سفر کے دوران میں ہمیشہ ذہنی کشمکش اور پریشانی میں مبتلا رہا اور کبھی کبھار اس کے منفی اثرات میری روح تک بھی پہنچتے رہے۔ کئی سالوں سے یہ ذہنی اور روحانی بوجھ اٹھاتے اٹھاتے میں تھک گیا ہوں اور اب کسی طرح اس بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ یہ کوشش میں نے پہلے بھی کئی بار کی تھی، لیکن کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکا۔

مجھے جب بھی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے فرصت ملتی، تو لامحالہ میری توجہ انفرادی مسائل سے ہٹ کر اجتماعی اور معاشرتی امور کی طرف خود بخود چلی جاتی۔ اس طرح میں کبھی فلسفیانہ مباحث میں الجھتا، تو کبھی ادبیات میں اعلیٰ انسانی اقدار تلاش کرتا رہتا۔ میری ذات کے اندر ہمیشہ ایک وکیل اور جج کی منطقی بحث جاری رہی؛ کبھی میں وکیل بنتا تو کبھی جج۔ جب میں وکیل بنتا تو صرف اپنی ذات کے تناظر میں دلائل دیتا، اور جب کبھی جج بنتا تو میرے پیشِ نظر اجتماع اور اعلیٰ انسانی اقدار ہوتیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم وکیل کے نقطہ نظر سے چیزوں کو دیکھتے اور پرکھتے ہیں تو ہمارے پیشِ نظر اکثر فوری، عارضی فوائد اور ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اگر ہم بحیثیت جج اپنی ذات یا اجتماع سے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہیں، تو ہم ایک تکلیف دہ صورتحال سے گزرتے ہیں، کیونکہ اس میں ہماری نظر ذاتی مفاد اور عارضی فوائد کی بجائے اعلیٰ اور دیرپا نتائج پر مرکوز ہوتی ہے۔

اس تمام تر صورتحال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے شعبہ وکالت سے بحیثیتِ وکیل دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا اور (اب) بحیثیتِ جج وکالت کرنی شروع کی ہے۔

ISSN # : 3080-9746

''سرسیّد۔۔۔ بے حجاب''

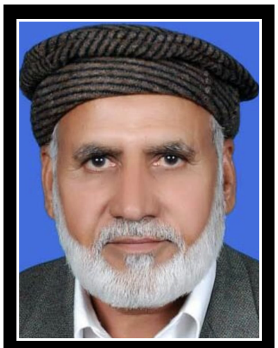

تحریر وتحقیق: محمد فاروق عزمی

''سرسیّد کے متعدد چہرے ہیں، ان کا ایک چہرہ مسلمانوں کی بہتری کی فکر رکھنے والا، ان کی تعلیم وترقی کا خواہاں اور مصلح کا ہے۔ دوسرا، انگریزی حکومت کی اطاعت اور غلامی کا درس دینے والا اور ان کی تہذیب وتمدن کے گن گانے والا اور تیسرا مسلمانوں کے دینی عقائد میں خلجان پیدا کر کے گمراہ کن اور باطل عقائد کو فروغ دینے والا ہے۔''

مندرجہ بالا حوالہ سرسیّد احمد خان کے ان متضاد چہروں سے نقاب اُتارتی کتاب "سرسید - بے حجاب" سیما خوذ ہے جو اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ اس تحقیقی اور علمی کتاب کے مصنف عظیم دانشور قانون دان، محقق، مذہبی سکالر، ردِ قادیانیت اور تحفظِ ختم نبوت کے بے باک مجاہد جسٹس (ر) میاں نذیر اختر قادری قلندری ہیں۔ اس کتاب میں سرسیّد احمد خان کی خدمات، افکار و نظریات اور دینی عقائد کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ اور آزاد خیال افراد کا ایک طبقہ، بالخصوص ہماری نئی نسل جو سرسیّد کی حقیقت اور ان کی فکری لغزشوں سے آگاہ نہیں انہیں شاید کتاب کے نام "سرسیّد۔ بے حجاب" کو ہضم کرنا یا برداشت کرنا دشوار ہو لیکن محترم و فاضل مصنف نے بوجوہ، یہ نام درست اور بہت موزوں رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں قارئین اگر شخصیّت پرستی اور جانب داری سے دامن بچا کر دلائل وشواہد کو سامنے رکھتے ہوئے، حقیقت پسندی سے کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ سرسیّد فہمی میں بہت آسانی سے اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سرسیّد نے تاویلات کی آڑ میں اسلام کے اصل اور حقیقی چہرے کو مسخ کیا ہے، قرآنِ پاک کے آدم علیہ السّلام اور ابلیس کے حوالے سے بیان کردہ سچے واقعہ کو محض ایک غیر حقیقی اور تمثیلی کہانی قرار دے کر قرآنی آیات کے انکار کی جسارت کی۔ سرسیّد کی قرآنِ پاک کے 16 پاروں کی تفسیر کو ان کی نیچری سوچ کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے حضرت علاّمہ عبدالحق حقانی نے اسے "تفسیرِ قرآن کے بجائے تخریبِ قرآن" قرار دیا۔ اسی طرح کتاب ہذا کے بغور مطالعہ سے سرسیّد کی مبیّنہ علمی، معاشرتی اور سیاسی خدمات کی قلعی کھل جاتی ہے اور قاری، سرسیّد کی پروپیگنڈے کے زور سے قائم شخصیّت کے سحر سے نکل جاتا ہے۔

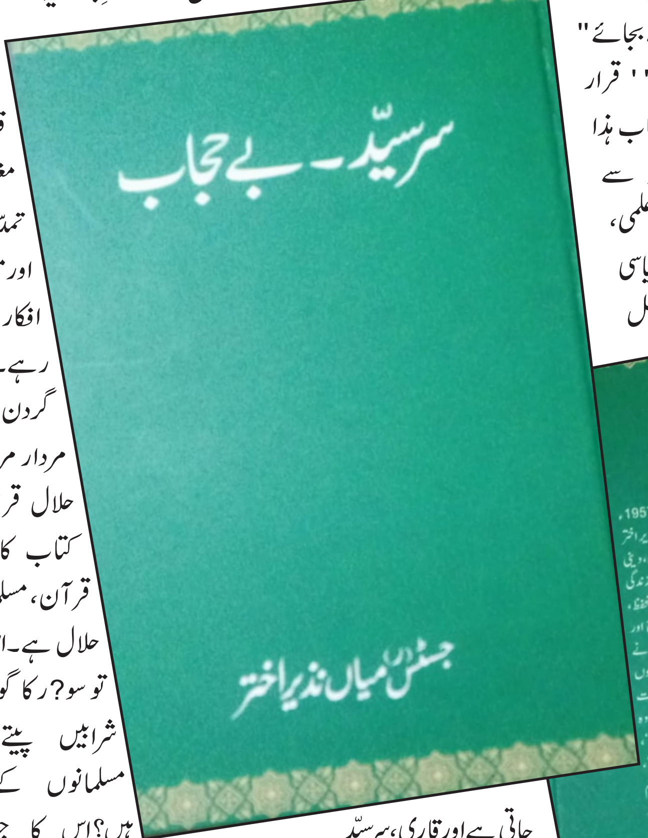

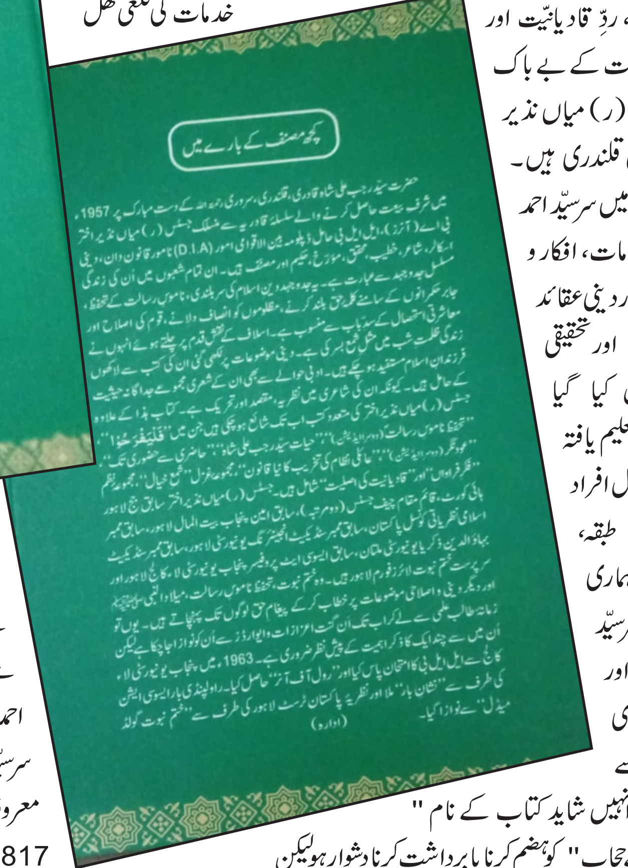

احمد خاں متقی (جو بعد ازاں سرسیّد احمد خان کے نام سے معروف ہوئے)، 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک معزز شخص محمد متقی کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ریونیو کے قوانین اور عام دیوانی قانون کا مطالعہ کیا اور ان کا ایک خلاصہ تیار کیا۔ انہوں نے اٹھارہ برس تک مکتب کی تعلیم پائی لیکن باقاعدہ دینی تعلیم حاصل نہیں کی۔ 1855ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی، 1867ء میں چھوٹے مقدمات کے لیے منصف مقرر ہوئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران ایسٹ انڈیا کمپنی کے وفادار اور انگریزوں کی جانیں بچانے میں فعّال کردار ادا کیا، مسلمانوں کی راسخ الاعتقاد طرزِ زندگی کو مسلمانوں کے لیے خطرہ قرار دیا، مغربی طرز کی سائنسی تعلیم اور مغربی تہذیب کے فروغ کے لیے علمی اور عملی جدّ وجہد کی، مسلمانوں کو سلطنتِ برطانیہ سے وفاداری کا درس دیتے ہوئے اسے ان کا دینی فریضہ قرار دیا۔ وہ مغربی تہذیب و تمدّن کے دلدادہ اور مشرقی تہذیب و افکار سے بے زار رہے۔ انہوں نے گردن مروڑی یعنی مردار مرغی کو اس بنا پر حلال قرار دیا کہ اہلِ کتاب کا کھانا، ازروئے قرآن، مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ اہلِ کتاب عیسائی تو سو?ر کا گوشت کھاتے اور شرابیں پیتے ہیں۔ کیا یہ مسلمانوں کے لیے حلال ہیں؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اُصولی بات یہ ہے کہ کھانے پینے کی جن اشیا کو قرآنِ پاک میں حرام قرار دے دیا گیا ہے، وہ اس بنا پر حلال نہیں ہو جاتیں کہ اہلِ کتاب انہیں کھاتے پیتے ہیں۔ جیسے بہتا خون، مردار پرندے یا جانور اور سور کا گوشت۔ سرسیّد نے قرآنِ مجید کے 16 پاروں کی ایک نامکمل تفسیر اپنی نیچری سوچ اور عقل و دانش کے پیمانوں کے مطابق لکھی جس میں مسلمانوں کی چودہ صدیوں کے مسلمہ عقائد کی بیخ کنی کی۔ انہوں نے ولیم میور کی کتاب ''دی لائف آف محمدؐ'' کی ایک جلد کا جواب لکھا۔ بالعموم ان کی اس کاوش کو سراہا جاتا ہے

ISSN # : 3080-9746

لیکن اس میں بھی کئی باتیں درست نہیں ہیں، بالخصوص اسریٰ اور معراج النبی ﷺ کو محض خواب قرار دینا۔ سرسیّد نے موجودہ دور کی بائبل کو صحیح اور غیر مبدّل قرار دیا اور اس کی تفسیر ''تبیین الکلام'' لکھی۔ بائبل کو غیر مبدّل قرار دینا عامۃ المسلمین کے عقیدے کے خلاف ہے۔ ایک متحرّک زندگی گزارنے کے بعد بالآخر سرسیّد کا وصال 27 مارچ 1898ء کو ہوا اور علی گڑھ میں ان کی تدفین ہوئی۔

جناب جسٹس (ریٹائرڈ) میاں نذیر اختر نے اپنی کتاب ''سرسیّد۔ بے حجاب'' کے آغاز میں سرسیّد کی بکھری ہوئی شخصیّت کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔ " سرسیّد احمد خان ماضی قریب کی ایک اہم، نامور مگر بڑی گنجلک شخصیّت ہیں ان کی صحیح پہچان، ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ وہ کبھی ایک مصلح، عصری تقاضوں سے آگاہ اور بھلے راہنما نظر آتے ہیں تو کبھی بے بصیرت، حیات کے حقیقی تقاضوں سے ناآشنا اور قدم قدم پہ رکیک ٹھوکریں کھانے والے مفکّر دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی بڑے محبِ وطن اور ہندوستانی مسلمانوں کے دلی ہمدرد اور راہبر دکھائی دیتے ہیں اور کبھی انگریزی حکومت کے حامی بلکہ اس کے سچے خادم اور غلام نظر آتے ہیں، اسی طرح وہ غدّارانِ قوم میر جعفر اور میر صادق کی تعریفیں کرتے اور جنگ آزادی کے مجاہدین کو گالیاں دے کر ایک پست سطح کے بے حمیّت فرد، قوم دشمن اور بدیسی حکومت کے ایجنٹ نظر آتے ہیں"۔

مدّاحینِ سرسیّد کہتے ہیں کہ سرسیّد کی علمی، ادبی اور قومی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔ انہوں نے علی گڑھ کالج کے قیام کے لیے جدوجہد کی، اردو زبان کے فروغ اور حمایت کے لیے کوشاں رہے، کچھ رسالوں کا اجرا اور کئی مدارس کا قیام بھی ان کی خدمات کے زمرے میں آتا ہے، انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو جدید انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب کیا۔ لیکن ان ساری کوششوں کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریز سلطنت کے لائق اور کار آمد بنانا تھا۔ کہنے کو تو سرسیّد کہتے تھے کہ ان کا مقصد حکومتِ برطانیہ کی غلامانہ اطاعت نہیں لیکن ان کے قول وعمل نے یہ ثابت کیا کہ انہوں نے مسلمانوں کو انگریزی حکومت کی اطاعت اور دائمی غلامی کا درس دیا۔ انگریز کی اطاعت کے معاملے میں سرسیّد اور مرزا قادیانی کے خیالات وتصورات میں بے حد مماثلت پائی جاتی ہے۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے "مرزا غلام قادیانی" نے اسلام کے بنیادی رکن جہاد فی سبیل اللہ سے انکار کیا، اپنے نہ ماننے والوں کو غلیظ گالیاں دیں۔ سرسیّد نے جنگ آزادی 1857ء کے مجاہدین کو سوقیانہ گالیاں دیں اور میر جعفر اور میر صادق کی تعریفوں کے پل باندھے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ " سرسید نے انگریزوں کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو جاہل، بدمعاش، بے علم، حرام زادے، نمک حرام اور نامحمود قرار دیا۔ " یہ مضمون مئی 1994ء کے رسالہ " ترجمان القرآن " کے صفحہ 36 پر شائع ہوا۔ سرسیّد اور مرزا قادیانی دونوں جہاد بالسیف کے عقیدے کے خلاف تھے۔ جس طرح تفسیر قرآن سرسیّد کی آخری اور انتہائی متنازعہ تصنیف ہے، اسی طرح ان کے قابلِ اعتراض مذہبی عقائد ان کی شخصیّت کو مسخ کرتے اور متنازعہ بناتے ہیں۔ ان کے مدّاح ان کی سرخ ترکی ٹوپی اور طویل ریش مبارک سے دھوکا کھاتے ہیں، پھر انہیں اپنے نام سرسیّد احمد خان کا بڑا سہارا تھا جسے سن کر یا پڑھ کر لوگ انہیں کوئی عالم یا مولانا سمجھ بیٹھتے۔ سرسیّد اسلام کے مسلمہ عقائد کے منکر اور مذہب بے زار شخص تھے۔ ان کے مذہبی افکار اور دینی عقائد کو سامنے رکھیں تو افسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے آپ سے دشمنی کی بلکہ مسلمانوں کو بھی باطل عقائد، غلط تفسیری تشریحات عقل پرستی اور علمِ کلام کے گورکھ دھندوں میں الجھا دیا۔ سرسید نے اسلام کے صدیوں کے مسلمہ عقائد اور تفسیری افکار میں نقب لگائی، اپنے گمراہ کن، نیچری اور عقلی عقائد تشریحات اور باطل تفسیری تعبیرات پیش کر کے مسلمانوں میں خلجان پیدا کیا۔ صحیح اسلامی عقائد کے برعکس انہوں نے ملائکہ، ابلیس اور جنات کے وجود کا انکار کیا۔ جبرائیل علیہ السلام کے وحی لانے، انبیا علیہم السلام کے معجزات، اولیاء اللہ کی کرامات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی اسرا و معراج کا بھی انکار کر دیا۔ جنّت دوزخ، سزا جزا اور عذاب قبر کے بھی منکر ہو گئے۔

کتاب " سرسیّد۔ بے حجاب " کے مصنف جسٹس (ر) میاں نذیر اختر قانون دان، دینی سکالر، خطیب، شاعر، مو؟رخ، حکیم اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ تحفّظِ ختم نبوّت اور ناموسِ رسالت کے دلیر اور بے باک مجاہد ہیں۔ آپ کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ بہت گہرا ہے۔ اسلام کی سربلندی، جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنا، اور قوم کی اصلاح آپ کی زندگی کا نصب العین ہے۔ زیرِ تذکرہ کتاب میں آپ بلند پایہ محقق کے روپ میں سامنے آئے ہیں۔ تحقیق جان جوکھوں کا کام ہے۔

اس سفر میں کٹھن گھاٹیاں سر کرنا پڑتی ہے دشوار راستوں کا یہ سفر کسی ہما شما کا کام نہیں۔ سرسیّد کا اصل چہرہ دکھانے کی جستجو میں انہیں ایک طویل عرصہ تحقیق کے میدان میں سرگرم اور مصروف رہنا پڑا آپ نے 90 سے زائد کتابوں کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا۔ اپنی کتاب کے آخر میں ''کتابیات'' کے عنوان سے ان تمام کتابوں کے نام مصنّفین، مترجمین اور مفسّرین کے نام، ناشران کے نام اور پتے بھی درج کر دیئے ہیں جن سے انہوں نے استفادہ کیا۔ اس بہت اہم اور تحقیقی وعلمی کتاب کیبارے میں جن عظیم اور علمی شخصیّات نے اپنی آرا اور تقاریظ لکھی ہیں ان میں جناب مفتی منیب الرحمن صاحب جو تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے صدر ہیں، جناب ملک محبوب الرّسول قادری اہم دینی، علمی ادبی و روحانی شخصیت، پروفیسر احمد علی شاکر اور پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد کے نام شامل ہیں۔ پروفیسر صاحبان بھی ملک کی اہم، علمی، ادبی اور تحقیقی شخصیّات میں شامل ہیں۔ مفتیِ اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمن اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ " محترم جسٹس میاں نذیر اختر نے اس کتاب میں سرسیّد کا علمی اور فکری تعاقب کیا ہے، سرسیّد کی زندگی کے مختلف گوشوں اور فکری لغزشوں کو بے نقاب کیا ہے اور ان کے عقائدِ باطلہ کو بیان کرنے کے بعد ان کا رد کیا ہے''۔

ملک محبوب الرّسول قادری لکھتے ہیں۔ ''سرسیّد نے تاویلات کی آڑ میں اسلام کا چہرہ مسخ کیا ہے۔ مکتبِ سرسیّد میں جہاد کا انکار، معجزات کا انکار، فرشتوں کا انکار، وجودِ جنّات کا انکار، جنّت اور دوزخ کا انکار، معجزہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشکیک کی کوشش، یہ کون سے اسلام کی خدمات ہیں اور ان خدمات کی حیثیت کیا ہے؟''۔

الغرض جناب میاں نذیر اختر صاحب زید شرفہٗ کی اس محققانہ کاوش کا مقصد سرسیّد کے مدّاحین کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا اور ان کے چہرے پر پڑے حجابوں کو ہٹا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ سرسیّد مرحوم یورپی تہذیب سے مرعوب ہو کر مغربی افکار کے سامنے سرنڈر کر گئے تھے۔ لیکن سرسیّد کے آزاد خیال مدّاحوں نے ان کی تعریفوں کے پل باندھے اور انہیں ایک عظیم مصلح اور مفکّر ظاہر کیا جبکہ وہ قدم قدم پر رکیک ٹھوکریں کھانے والے، غدّارانِ وطن میر جعفر اور میر صادق کے گُن گانے والے، جنگِ آزادی کے مجاہدین کو گالیاں دینے والے اور مسلمانوں کے چودہ صدیوں کے مسلمہ عقائد کا انکار کر کے مسلمانوں میں فکری خلجان اور ذہنی اضطراب پیدا کرنے والے، کانگریس کے نظریۂ قومیّت کے حامی، ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم سمجھنے والے، انگریزی حکومت کے سچّے خادم اور غلام تھے۔ انہوں نے کبھی انگریزی حکومت یا ہندوؤں کے غلبے سے نجات حاصل کر کے ایک الگ مسلم ریاست کا نظریہ پیش نہیں کیا۔ یہی ان کا اصل چہرہ ہے۔ جسے کتاب ہذا میں بطریقِ احسن بے حجاب کیا گیا ہے۔

ISSN # : 3080-9746

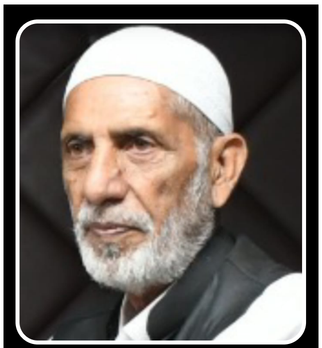

تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

موسم گرما کے مسائل

آج کل ہمارے ہاں گرمی کا موسم ہے۔ جو اپریل سے جولائی تک رہتا ہے۔ سورج پوری آب و تاب سے چمکتا ہے۔ نیز دھوپ اور گرم ہوا?ں کی وجہ سے جھلسا دینے والی گرمی ہوتی ہے۔ پسینہ بکثرت آتا ہے۔ اگر گرمی سے بچا? کا مناسب انتظام نہ کیا جائے تو صحت کے لیے کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم موسم گرما میں شدت گرمی سے بچا? کے لیے تمام کام کاج چھوڑ کر ٹھنڈے کمرے میں بیٹھ جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہم مناسب تدابیر سے گرمی کی شدت کے اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

موسم گرما میں جسمانی صلاحیت عمل کے ساتھ ساتھ قوت ہضم میں کمی آجاتی ہے۔ جسم انسانی فساد کو جلد قبول کرتا ہے۔ سخت پیاس لگتی ہے۔ قے، دست کی کیفیت ہو سکتی ہے۔ جی متلاتا ہے۔ سر چکراتا ہے۔ طبیعت بے چین رہتی ہے۔ پسینہ بہت زیادہ آتا ہے۔ اضمحلال و افسردگی چھا جاتی ہے۔ کبھی سر درد بھی ہو جاتا ہے۔ پیشاب کا جلن اور گہری زرد رنگت میں آنا جیسے عوارضات ہو جاتے ہیں۔ موسم گرما میں شدت گرمی کے مسائل صحت سے بچنے کے لیے غذائی معمولات میں تبدیلی ضروری ہے۔ اس موسم میں جسم کا درجہ حرارت ایک خاص نکتہ پر کنٹرول رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جسم اپنا پانی جلد کے مساموں کے ذریعے خارج کرتا ہے۔ جسے پسینہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طرح جسم کا درجہ حرارت ایک خاص نکتہ پر کنٹرول رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ پسینہ کے اخراج کی صورت میں جسم میں پانی کی جو کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لیے پانی کا زیادہ استعمال کیا جائے۔ اندازہ یہ ہے کہ کم از کم ۰۵۲ ملی لیٹر پانی فی گھنٹہ ضرور پا جائے۔ سکول، دفاتر جانے والے اور سڑکوں پر کام کرنے والے لوگ اپنے ساتھ پانی کی بوتل رکھیں۔ اور پانی

مسلسل استعمال کرتے رہیں۔ گرمی کے اوقات میں بلا ضرورت باہر نہ نکلیں اگر نکلنا ضروری ہو تو سر پر گیلا کپڑا رکھیں۔ تا کہ پانی جو پسینہ کی صورت جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ وہ دوبارہ جسم میں پہنچ کر جسم کا درجہ حرارت ایک خاص نکتہ پر قائم رکھے۔ اور جسم کی توانائی برقرار رہے۔ پسینہ کی صورت جب پانی کا جسم سے اخراج ہوتا ہے تو نمک بھی خارج ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ہو سکے تو اور کوئی دوسرے مسائل مانع نہ ہوں تو لیموں کا رس تازہ یا ٹھنڈے پانی میں ملا کر قدرے نمک ملا کر پی لیا کریں۔ کچی نمکین لسی بھی مفید ہے۔ موسم گرما میں جب گھر سے باہر نکلیں تو ایک دو گلاس پانی پی کر باہر جائیں۔ جب آپ کو پہلی بار پیاس لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے جسم میں دو فیصد پانی کی کمی واقع ہو چکی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پیاس سے پہلے ہی پانی پی لیا جائے۔ اس طرح جسم میں پانی کی کمی نہ ہوگی اور پیاس بھی نہیں لگے گی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب زیادہ پسینہ آئے ہوا لگنے سے جسم کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے قدرت کے اس خودکار نظام کی مدد پانی پی کر کی جا سکتی ہے۔ اس موسم میں پانی کی کمی نہ ہونے کے لیے ٹھنڈے مشروبات جن میں لسی، ستو کا شکر ملا شربت، بزوری کا شربت، اور لیموں کا رس قدرے نمک ملا کر ٹھنڈے پانی میں ملا کر پینا فائدہ مند ہے۔ آج کل لوگ پیاس کی شدت کم کرنے کے لیے کولڈ ڈرنکس (مشروبات یہود) کا بہت استعمال کرتے ہیں جو کہ فائدہ کی بجائے نقصان دیتے ہیں۔ ان سے وقتی تسکین ہوتی ہے۔ مگر صحت کے لیے مضر ہیں۔ اس موسم میں برف کا بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ حد اعتدال سے زیادہ استعمال فائدہ کی بجائے مضر ہوتا ہے۔

اس موسم میں جب بہت پسینہ آتا ہے تو پیاس کی شدت کے ساتھ ساتھ قوت ہاضمہ بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس موسم مین تھوڑی سی بے احتیاطی مسائل پیدا کر دیت ہے۔ لہٰذا اس موسم میں چٹ پٹی اشیاء، تلی ہوئی اشیاء، مرغن غذا?ں، کڑاہی گوشت، حلیم، مرغ روسٹ، نشاستہ دار اشیاء، انڈہ، مچھلی اور تیز مرچ مصالحہ جات سے احتیاط کریں۔ کیوں کہ ان اشیائسے جسم میں تیزابی مادے اور حرارت بڑھتی ہے۔ جس سے قوت ہاضمہ متاثر ہو جاتی ہے۔ باسی اشیائسے بھی احتیاط کریں کیوں کہ ان میں گلنے

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

سڑنے کی صلاحیت زیادہ ہوجاتی ہے اور وہ معدہ میں جا کر خراب ہوکر فوڈ پوائزن کر دیتی ہیں۔ باسی اشیا پر مکھیاں بیٹھ جاتی ہیں۔ اس طرح مکھیوں کے ذریعے جراثیم معدہ میں پہنچ کر امراض معدہ کا سبب بن جاتے ہیں۔ جسے قے اور دست کا عارضہ ہوجاتا ہے۔ قدرت موسمی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے خود اہتمام کرتی ہے۔ موسم گرما میں ہونے والے پھل وسبزیاں جن میں کدو، ٹینڈے، کریلے، توری، جب کہ پھل خربوزہ، تربوز، آلوچہ، آلو بخارا اور لیموں قابل ذکر ہیں۔ کا بکثرت استعمال کریں۔ فالسہ پیاس بجھانے کے لیے بہت موثر ہے۔ کھیرا گرمی کا توڑ کرنے میں بہت موثر ہے۔ موسم گرما میں بطور سلاد اس کا استعمال موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

جیسا موسم ویسا لباس کی مثال عام ہے۔ اس طرح اس موسم میں باریک ہوادار اور ہلکے رنگ والے کپڑے استعمال کیے جائیں۔ گہرے سیاہ رنگ میں حرارت جذب کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے گہرے اور سیاہ رنگ سے احتیاط کی جائے۔ سب سے بہتر سفید رنگ کی ململ ہے۔ مصنوعی دھاگیوالے اور نائیلون کے کپڑے بہت مضر ہیں۔ ان سے جلد میں فساد یعنی پھوڑے پھنسیاں، خارش اور دیگر جلدی مسائل ہو سکتے ہیں۔ آج کل کاٹن کے کلف والے کپڑوں کا عام رواج ہے۔ ان سے ہوا نہیں گزر سکتی۔ لہٰذا کلف کا استعمال نہ کریں۔ روزمرہ کے کاموں کے لیے صبح و شام کم درجہ حرارت والے اوقات میں باہر جائیں۔ ورزش سے احتیاط کریں۔

موسم گرما کے امراض:

لولگنا: اسے سن سٹروک بھی کہتے ہیں۔ یہ خطرناک حالت ہوتی ہے۔ جس سے زندگی کو خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ گرم ہوا یا شدت دھوپ میں باہر نکلنے سے ہوتا ہے۔ جس میں شروع میں سر درد، تھکن اور پھر بخار ہوتا ہے۔ پیاس شدت سے لگتی اور پیشاب بہت کم آتا ہے۔ دِل تیزی سے دھڑکتا ہے۔ کبھی مریض بے ہوش ہوجاتا ہے، اس کی وجہ جسم کا اپنے درجہ حرارت کو کنٹرول کرنا چھوڑ دینا ہے۔ پسینہ نہیں آتا، جلد سرخ اور کبھی دانے نکل آتے ہیں۔ نبض تیز چلتی ہے اور آنکھوں کے گرد اندھیرا چھا جاتا ہے۔

جب کسی کو لُو لگے تو ٹھنڈی جگہ پر رکھیں۔ سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیے اور پینے کو دیں، برف کے پانی میں پٹیاں بھگو کر پیشانی پر رکھیں۔ فورًا کپڑے اُتار دیں۔ خمیرہ مروارید دن میں تین بار آدھ آدھ چمچ چٹائیں۔

پیشاب میں جلن اور سرخی: اس موسم میں جسم سے پانی بذریعہ پسینہ خارج ہوتا ہے۔ جسم میں پانی کم ہوکر پیشاب کم ہوجاتا ہے اور سرخی وجلن سے آنے لگتا ہے۔ ایسی صورت میں کچی لسی میں تخم ملنگاں ملا کر یا پھر ستو شکر میں ملا کر ٹھنڈے پانی میں صبح وشام پینا مفید ہے۔

بھوک کی کمی: پودینہ اور انار دانہ کی چٹنی بنا کر دوپہر رات کھانے کے ساتھ کھانا مفید ہے۔

اسہال: دست آنے کی صورت ثابت اسپغول دہی میں ملا کر دن میں دو تین بار لینا مفید ہے۔ گوشت سبزی میں ملا کر کھائیں۔

قے: لیموں کاٹ کر دو حصوں میں کرلیں اور قے کی صورت چاٹ لیا کریں۔

ISSN # : 3080-9746

رپورٹ: محمد عمر

کویت میں پاکستانی مزدور کی شان

میاں زبیر شرفی

دنیا ان دنوں تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہی ہے، بلاشبہ یہ آزمائش کا زمانہ ہے، جس طرح سونا بھٹی میں پگھل کر خالص ترین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مشکلات سے بھی انسانیت کی عظمت اور جذبہ خدمت اکھر کر سامنے آجاتا ہے، زبیر شرفی کویت میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کی ایک ایسی شخصیت ہیں وہ مسلم سنٹر (ن) لیبر ونگ کے صدر ہیں مگر وہ سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر خدمت پر یقین کرتے ہیں ان کی انسان دوستی کا زمانہ معترف ہے، سب جانتے ہیں اور میرا تجربہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیمار ہو جائے، سڑک پر مسئلہ بن جائے، زبیر شرفی کو رات دو بجے بھی کال کر لے تو نہ کبھی انکار کیا اور نہ کوئی عذر تلاش کیا، یہی جواب ملتا، بس میں آیا، کروانا کی وجہ سے کویت میں مقیم ہر شخص کی زندگی درہم برہم ہوگئی، زبیر شرفی کی اپنی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں، اس کے باوجود انہوں نے خدمت خلق کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا، محدود وسائل کے باوجود وہ راشن کے پیکیج بنا کر گھروں میں جا جا کر تقسیم کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ وقت سیاست کا نہیں خدمت کا ہے، ان کی خدمات صرف راشن کی تقسیم تک محدود نہیں، کسی فیملی نے فون کر دیا کہ سلنڈر ختم ہو گیا ہے تو وہ فوری طور پر سلنڈر کا انتظام کر دیتے ہیں، کسی کا بچہ بیمار ہو تو گاڑی لے کر ان کے گھر کے سامنے پہن

جاتے ہیں اور اہل خانہ کو پک اپ اینڈ ڈراپ کی سہولت فراہم کرتے ہیں، اس کار خیر میں کون لوگ ان کے ساتھ

تعاون کر رہے ہیں، پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ان لوگوں نے نام ظاہر کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر رکھا ہے کیونکہ ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کوشش کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے دیں تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو تاہم انہوں نے میڈیا کی تین شخصیات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جنہوں نے پیکنگ سے لے کر تقسیم تک ہر مرحلہ پر ان کے ساتھ شانہ بشانہ خدمات انجام دیں، ان شخصیات کو لوگ امتیاز حسین قریشی (جناح کا پاکستان) شریف حدیثوی (دنیا نیوز) اور جاوید ساقی (دن نیشن) کے نام سے جانتے ہیں، آج سے کویت بھر میں مکمل کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے، گاڑی چلانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے صرف دو گھنٹے پیدل چہل قدمی کی اجازت ہوگی، زبیر شرفی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ اتنے وقت میں بھی پیدل چل کر جتنی خدمت کر سکتے ہیں کرتے رہیں گے، کیونکہ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نسل انسانی کو جلد از جلد کرونا جیسی آفت سے نجات عطا فرمائے (آمین)۔

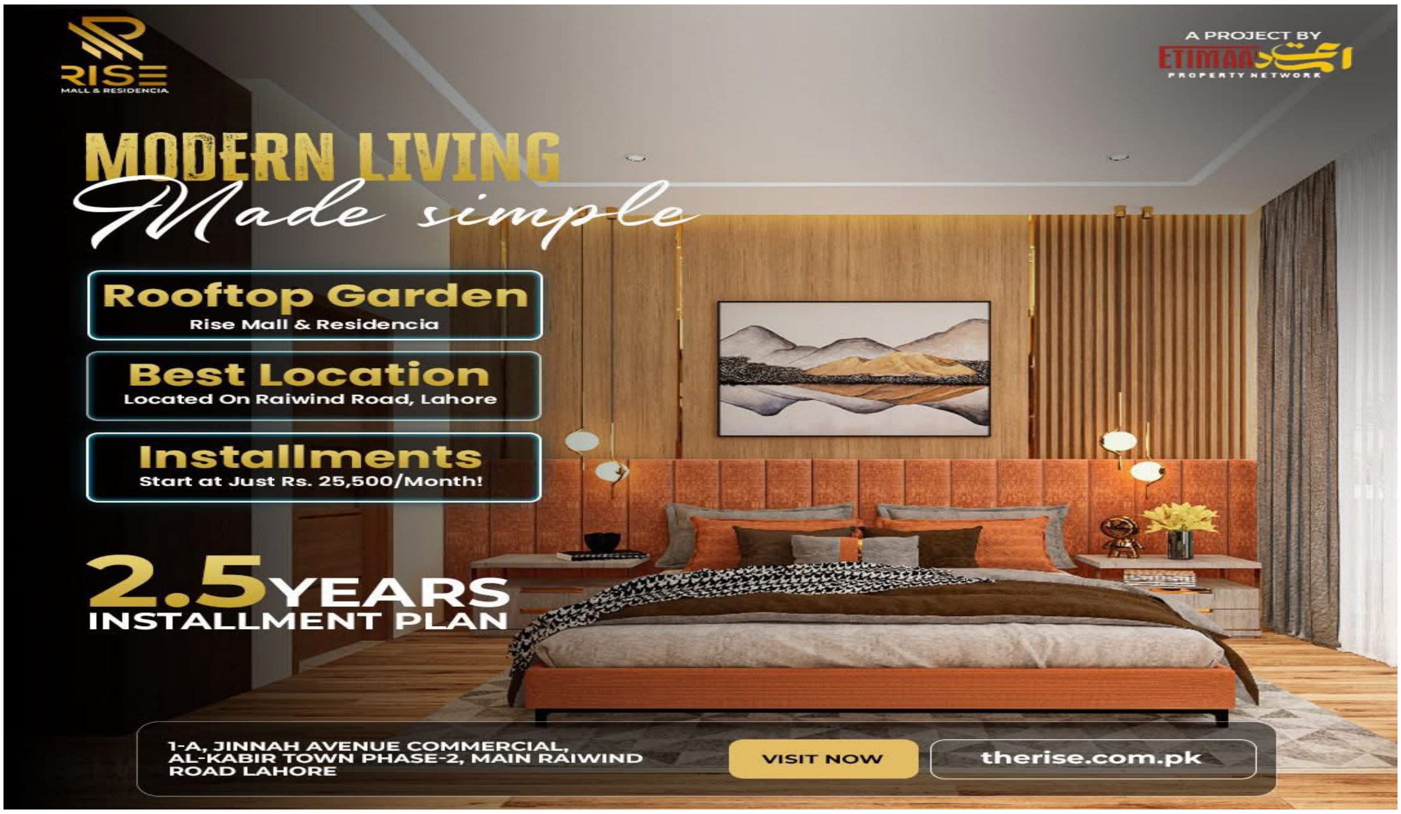

ISSN # : 3080-9746

علامہ محمد اقبال قلندرِ لاہوری: تجلیاتِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اسرارِ محبتِ اولیاء

تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

حکیم الامت، دانائے راز حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو محض فلسفہ، شاعری یا سیاست کے مروجہ ترازو میں تولنا ان کی بلندیِ ادراک کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اقبال اس "قلندرِ لاہوری" کا نام ہے جس کا فکری شجرہ سہروردیہ سے جڑا، خمیر قادریہ سے اٹھا اور جس کی روح کو فیضانِ مجددیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ نے وہ پرواز بخشی کہ وہ زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو کر عرشِ بریں کا طائر بن گیا۔ اقبال کی شخصیت کا اصل جوہر ان کا وہ "سوزِ دروں" ہے جو تڑپ بن کر ان کے کلام میں ڈھلا اور جس کی تپش نے برصغیر کے مردہ اجسام میں زندگی کی لہر دوڑائی۔ آپ کی زندگی اس "گریۂ نیم شبی" سے عبارت ہے جو بارگاہِ رسالت ﷺ میں ایک ادنیٰ غلام کی وہ تڑپ ہوتی ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اقبال کا علم ان کے عشق کے تابع تھا؛ وہ عقل کو "آستیں کا سانپ" سمجھتے تھے اگر وہ دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر سجدہ ریز نہ ہو۔

عشقِ رسول ﷺ کے باب میں اقبال کی نجی زندگی کا وہ پہلو انتہائی رقت آمیز ہے جو ان کے شب و روز کا معمول تھا۔ سحری کے وقت، جب سارا عالم خوابِ خرگوش میں ہوتا، اقبال اپنے مصلے پر بیٹھ کر اس قدر گریہ کرتے کہ ان کی ہچکی بندھ جاتی اور وہ بے ساختہ "مدینہ مدینہ" پکارنے لگتے۔ ان کے خادمِ خاص علی بخش بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات علامہ صاحب پر ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوتی کہ وہ نڈھال ہو کر فرش پر گر جاتے اور زبان پر صرف درود و سلام جاری رہتا۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں درود شریف کا ورد کرتے، یہاں تک کہ عالمِ محویت میں آپ کے لبوں سے بے ساختہ درودِ پاک کی صدائیں بلند ہوتی رہتیں۔ تلاوتِ قرآن کا یہ عالم تھا کہ جب قرآن پڑھتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، ہچکیاں بندھ جاتیں اور گھنٹوں قرآن کے ایک ایک لفظ پر سر دھنتے رہتے۔ آپ کے نزدیک قرآن کا مغز اور ایمان کی روح صرف اور صرف عشقِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔ آپ فرماتے تھے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی ست

ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ظاہری طور پر مدینہ طیبہ کیوں حاضر نہیں ہوتے؟ تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے رندھی ہوئی آواز میں فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میری کوئی بے ادبی میری عاقبت نہ بگاڑ دے۔ یہ خوفِ بے ادبی دراصل کمالِ عشق کی علامت تھا۔ آپ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں التجا کرتے ہوئے

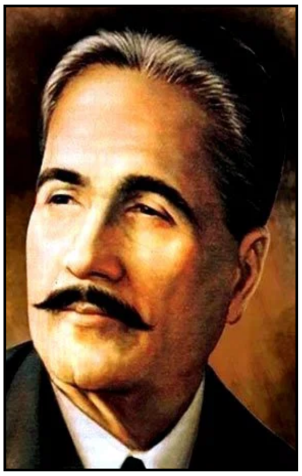

عرض کی کہ اے اللہ! اگر محشر میں میرا حساب لینا ضروری ہے تو حضور ﷺ کے سامنے نہ لینا، میں ان کی نگاہِ شرمگیں کے سامنے اپنے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکوں گا:

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر
روزِ محشر عذرہائے من پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

صوفیاءِ کرام کے ساتھ آپ کی عقیدت دراصل اتباعِ رسول ﷺ کا ہی ایک عکس تھی۔ آپ کی روحانی وابستگی میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کا مقامِ اولیت کا حامل تھا۔ آپ اکثر مزارِ اقدس پر حاضر ہوتے اور فرماتے کہ "لاہور کی مٹی داتا صاحب کے قدموں کی برکت سے زندہ ہے"۔ اس کے بعد آپ کا قلبی تعلق حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے انتہائی گہرا تھا۔ آپ نے خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں "ہند کا والی" تسلیم کیا۔ روحانی سفر کی اس لڑی میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کا مقام ایک ایسے آفتاب کا ہے جس سے اقبال نے حریت اور غیرتِ ایمانی کا سبق سیکھا۔ آپ سرہند شریف کی مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ سمجھتے تھے۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ جیسے اکابرینِ امت کے ساتھ آپ کی نشستیں اور ان سے فیض پانے کے واقعات مستند حوالوں سے ثابت ہیں، جن کی صحبت کو آپ کیمیا قرار دیتے تھے۔

جب اس مردِ قلندر کی زندگی کا سورج غروب ہونے لگا، تو 21 اپریل 1938ء کی وہ صبحِ حزیں آئی جب ملتِ اسلامیہ کا یہ درخشاں ستارہ بجھ گیا۔ آپ کی وفات کے وقت لبوں پر "اللہ اللہ" کا ورد تھا اور چہرے پر وہ اطمینان تھا جو کسی واصل باللہ کا خاصہ ہوتا ہے۔ آپ کا جنازہ لاہور کی تاریخی بادشاہی مسجد کے وسیع صحن میں ادا کیا گیا، جس کی امامت جناب سید مرتضیٰ احمد خان میکش نے فرمائی۔ ہزاروں سوگواروں نے نمناک آنکھوں سے اپنے اس محسن کو الوداع کہا۔ آپ کو بادشاہی مسجد کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا، جہاں آج بھی آپ کا مزار ہر آنے والے کو یہ پیغام دیتا ہے کہ محمد ﷺ سے وفا ہی زندگی کی اصل معراج ہے۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

''سرزمین فورم'' بعنوان پاکستان کی فعال سفارتکاری

خصوصی رپورٹ

لاہور (سٹاف رپورٹر) قومی سلامتی کے سابق مشیر اور دفاعی امور کے ماہر جنرل (ر) ناصر جنجوعہ نے کہا ہے کہ اسرائیل کی ایران پر حملے کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ اسرائیلی وزیراعظم بنجمن نتن یاہو کی 1980 سے خواہش تھی کہ امریکہ کو ایران پر حملے کیلیے قائل کرسکے بالآخر ٹرمپ کی صورت میں اسے ہم خیال صدر مل گیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز سرزمین فورم" بعنوان پاکستان کی فعال سفارت کاری۔ سول وعسکری قیادت کا ویژن" سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

اِس موقع پر معروف صحافی تجزیہ کار اور دانشور مجیب الرحمان شامی نے بھی ایران۔ امریکہ جنگ رکوانے اور ثالثی کرنے کے حوالے سے پاکستان کے مثبت کردار پر روشنی ڈالی۔ فورم سے چیف ایڈیٹر روزنامہ سرزمین صفدر علی خاں، معروف تجزیہ کار و عالمی امور کے ماہر سید محمد مہدی، کالم نگار پروفیسر نعیم مسعود، ڈاکٹر انجم طاہرہ، محمد ندیم بھٹی، ڈاکٹر افتخار الحق، شفقت اللہ مشتاق، میجر (ر) شہزاد نیر، میجر (ر) نوید ریاض، ذولفقار احمد گھمن، عارف میاں، تاجر رہنما محمد ابوبکر، علی شیر چوہدری، فرخ آصف، ڈاکٹر مجید ایبل، رانا مبشر، عافیہ مقبول، منشا قاضی، تسنیم کوثر اور منیر حسین نے بھی خطاب کیے۔

سابقہ سیکورٹی ایڈوائز اور لیفٹیننٹ جنرل (ر) ناصر خان جنجوعہ نے کہا کہ اسرائیل وامریکہ کا مشترکہ حملہ ایرانی نیوکلیئر اور بلیسٹک میزائل سسٹم کو تباہ کرنا اور رجیم چینج تھا۔ پاکستان نے اس موقع پر مدبرانہ کردار ادا کرتے ہوئے ایران اور امت مسلمہ کو تباہی سے بچالیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اندرونی چیلنجز کا سامنا ہے۔ معیشت کے معاملات درپیش ہیں انہوں نے امید ظاہر کی کہ جلد پاکستان معاشی بحران سے نکل آئیگا اور امت مسلمہ کو لیڈ کرے گا۔ چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان مجیب الرحمان شامی نے کہا کہ اپریشن بنیان المرصوص اور اب جنگ رکوا کر ثالثی سے پاکستان کا نیا ظہور ہوا ہے۔

دُنیا کے نقشے پر ایک نیا پاکستان ابھرا۔ سول وعسکری قیادت امریکی صدر ٹرمپ اور ایرانی حکام سے مسلسل رابطے میں رہی، وزیراعظم و نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ اسحاق ڈار اور فیلڈ مارشل جنرل سید عاصم منیر و دیگر قائدین کی انتھک محنت رنگ لائی تیسری ممکنہ عالمی جنگ رکوائی یہ کوئی معمولی بات نہیں اس عمل سے پاکستانیوں کا پاکستان پر اعتماد بحال ہوا۔

اُنہوں نے وطن عزیز کو درپیش اندرونی سیاسی صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عراقچی اور جے ڈی ونیس ایک ساتھ بیٹھ سکتے ہیں تو ہمارے رہنما کیوں نہیں بیٹھ سکتے۔ معروف تجزیہ کار و عالمی امور کے ماہر سید محمد مہدی نے کہا کہ ایران جس سطح پر چلا گیا ہے مجھے نہیں لگتا کہ اب امریکی دباؤ میں آ کر کوئی ایسی شرط قبول کریگا جو ایران کے مفاد میں نہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کا رول مثبت رہا جسے سراہا جا رہا ہے۔ ایران اور امریکہ کو مذاکرات کی میز تک لانے کے لئے سیاسی وعسکری قیادت کے ساتھ ہمارے ڈپلومیٹس اور بیوروکریسی کا کردار بھی نمایاں رہا۔

چیئرمین سرزمین میڈیا گروپ صفدر علی خاں نے کہا کہ حالیہ امریکہ اسرائیل اور ایران کے درمیان کشیدہ صورت حال میں جنگ بندی کے لیے پاکستان کے فعال سفارتکاری اور اس کے نتیجے میں امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات میں پاکستان کے مثبت کردار نے عالمی سطح پر ایک نئی مثال قائم کردی ہے اور یہ عمل قابل فخر ہے

ISSN # : 3080-9746

کہ پاکستان نے ہمیشہ خطے اور دنیا میں امن استحکام اور مکالمے کوفروغ دینے کی پالیسی اپنائی ہے۔

موجودہ بحران میں بھی پاکستان نے جذباتیت کے بجائے دانشمندی تدبر اور توازن کا مظاہرہ کیا ہے۔ پاکستان کی سول اور عسکری قیادت نے ایک مشترکہ وژن کے تحت نہ صرف صورتحال کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور بروقت وموثر سفارتی اقدامات بھی اُٹھائے۔

پاکستان کی قیادت نے یہ واضح پیغام دیا کہ جنگ کسی مسلئے کا حل نہیں بلکہ تباہی اور معاشی عدم استحکام کو جنم دیتی ہے اسی سوچ کے تحت پاکستان نے پس پردہ سفارتکاری، ثالثی اور اعتماد سازی ے اقدامات کے ذریعے فریقین کو مذاکرات کی میز پر لانے میں اہم کردار ادا کیا۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان کی اس کامیاب سفارتکاری کی چند نمایاں خصوصیات نظر آئی ہیں:

ایک تو پاکستان کی خارجہ پالیسی متوازن نظر آتی ہے کیونکہ پاکستان نے کسی ایک فریق کی اندھی حمایت کرنے کے بجائے اصولی موقف اپنایا اور امن کو ترجیح دی ہے دوسری بات موثر رابطہ کاری سے پاکستان نے تمام متعلقہ عالمی قوتوں سے مسلسل رابطہ رکھا اور کشیدگی کم کرنے کے لیے سفارتی چینلز کو فعال رکھا۔

فورم سے دیگر شرکاء نے بھی مذاکرات کی میز اسلام آباد میں سجانے کیلیے پاکستان کی کوششوں کو سراہا اور موجود سیاسی وعسکری قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

ISSN # : 3080-9746

ظالم حکمران اور بھوکی عوام

تحریر: رخسانہ سحر

یہ کوئی نیا قصہ نہیں۔ تاریخ کے اوراق الٹیں تو ہر دور میں ایک ہی کہانی مختلف چہروں کے ساتھ سامنے آتی ہے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے چند لوگ، اور گلیوں، بازاروں، کھیتوں اور فٹ پاتھوں پر پھیلی ہوئی ایک خاموش مگر چیختی ہوئی اکثریت۔ ایک طرف فیصلوں کی میزوں پر رکھے نقشے، پالیسیاں اور اعداد و شمار، اور دوسری طرف خالی برتنوں کی آواز، بچوں کی سوکھی آنکھیں اور ماؤں کے ہونٹوں پر دبے سوال۔

بھوکی عوام صرف پیٹ کی بھوک کا نام نہیں۔ یہ بھوک انصاف کی بھی ہے، عزت کی بھی، اور اس خواب کی بھی جو ہر انسان اپنی آنکھوں میں لیے جیتا ہے ایک بہتر کل کا خواب۔ مگر جب حکمران اپنی ذمہ داری کو اقتدار کی چمک میں گم کر دیتے ہیں تو یہی خواب ٹوٹ کر حقیقت کے تیز شیشوں میں بدل جاتے ہیں، جو ہر روز کسی نہ کسی امید کو زخمی کرتے ہیں۔

ظلم ہمیشہ تلوار کے ساتھ نہیں آتا، کبھی یہ پالیسیوں کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔ مہنگائی جب حد سے بڑھ جائے، روزگار کے دروازے بند ہونے لگیں، تعلیم اور علاج عام آدمی کی پہنچ سے دور ہو جائیں تو یہ سب خاموش ظلم کی صورتیں ہیں۔ ایسا ظلم جو چیخنے نہیں دیتا، مگر اندر ہی اندر انسان کو توڑ دیتا ہے۔ ایک مزدور جب سارا دن محنت کرنے کے بعد بھی اپنے بچوں کے لیے دو وقت کی روٹی نہ لا سکے تو یہ صرف اس کی ناکامی نہیں، یہ اس نظام کی ناکامی ہے جس نے اسے بے بس کر دیا۔

حکمرانوں کے لیے سب سے بڑا امتحان یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی کرسی کو خدمت کا ذریعہ سمجھتے ہیں یا طاقت کا نشہ۔ تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے اقتدار کو امانت سمجھا، ان کے نام آج بھی احترام سے لیے جاتے ہیں، اور جنہوں نے اسے ذاتی مفاد کا ہتھیار بنایا، وہ وقت کی دھول میں گم ہو گئے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہر دور میں کچھ چہرے ایسے ضرور ہوتے ہیں جو سبق نہیں سیکھتے۔

بھوکی عوام کا دکھ صرف اعداد و شمار میں نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ اس ماں کی آنکھ میں جھلکتا ہے جو اپنے بچے کو بھوکا سلا کر خود بھی سو نہیں پاتی۔ یہ اس نوجوان کی خاموشی میں چھپا ہوتا ہے جو ڈگری ہاتھ میں لیے در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ یہ اس بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز میں سنائی دیتا ہے جو زندگی بھر محنت کے بعد بھی سکون کا ایک دن نہیں دیکھ سکا۔

سوال یہ ہے کہ کیا عوام ہمیشہ خاموش رہے گی؟ تاریخ کہتی ہے کہ نہیں۔ جب بھوک حد سے بڑھ جائے، جب ظلم ناقابلِ برداشت ہو جائے، تو خاموشی ٹوٹتی ہے۔ یہ ٹوٹنا کبھی احتجاج کی صورت میں ہوتا ہے، کبھی انقلاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ بھوک صرف جسم کو نہیں جگاتی، یہ ضمیر کو بھی بیدار کر دیتی ہے۔

لیکن ہر مسئلے کا حل انقلاب نہیں ہوتا۔ اصل حل انصاف، دیانتداری اور ذمہ داری میں پوشیدہ ہے۔ ایک ایسا نظام جہاں حکمران خود کو عوام کے سامنے جوابدہ سمجھیں، جہاں فیصلے چند لوگوں کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ سب کی بھلائی کے لیے کیے جائیں۔ جہاں وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو، اور ہر فرد کو جینے کا حق واقعی میسر ہو۔

یہ بھی سچ ہے کہ تبدیلی صرف حکمرانوں کی ذمہ داری نہیں، عوام کا کردار بھی اہم ہے۔ ایک باشعور قوم ہی اچھے

حکمرانوں کا انتخاب کرتی ہے۔ جب تک ہم خود اپنے حقوق اور فرائض کو نہیں سمجھیں گے، تب تک یہ چکر چلتا رہے گا ظالم حکمران اور بھوکی عوام۔

آخرکار، یہ کالم کسی ایک ملک یا ایک دور کی کہانی نہیں، یہ ایک آئینہ ہے جس میں ہم سب کو اپنا عکس دیکھنا چاہیے۔ سوال یہ نہیں کہ حکمران کیسے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم کیسی معاشرت چاہتے ہیں؟ کیا ہم اس خاموش اذیت کو معمول مان لیں گے یا اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے؟

کیونکہ یاد رکھیں، بھوک صرف پیٹ کی نہیں ہوتی، کبھی کبھی یہ انصاف کی بھی ہوتی ہے اور جب انصاف بھوکا رہ جائے تو معاشرے کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

ISSN # : 3080-9746

مال و دولت دیکھ کر شادی کرنے کے نتائج

عائشہ لئیق

ربیع النور کی رحمتوں اور مسرتوں سے مزین بہاریں سایہ فگن ہیں۔غلامان رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن یوم ولادت باسعادت منانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔کوئی جلوس اور ریلیاں نکالنے کی تیاریاں کیے ہوئے ہے تو کوئی محافل میلاد کا انعقاد کر رہا ہے۔کوئی اپنے گھر کو سجا رہا ہے تو کوئی اپنی دکان کو۔بازاروں اور گلیوں کو بھی سجایا جا رہا ہے۔غلامان رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت باسعادت خوب سے خوب ترمناتے ہیں۔رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت مناتے ہوئے ہمیں رحمت دوجہاں صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل کرنے اور سنتوں کو زندہ کرنے کا عہد بھی کرنا ہوگا۔ان میں ایک سنت نکاح بھی ہے۔نکاح کی خوشی میں شادی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔جس میں رسم ورواج کو ترجیح دی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے مسائل جنم لیتے ہیں۔شادی مال ودولت کی لالچ میں بھی کی جاتی ہے۔کیا مال ودولت کی لالچ میں مال دار دولت مند لڑکی سے شادی کرنی چاہیے۔بڑے، خاندان والے، دولہا کے والدین سب یہی سوچتے ہیں کہ امیر لڑکی سے شادی ہوجائے تو ہمارے بیٹے کی زندگی سنور جائے گی جو اس کی امیر بیوی کو ملے گا وہ ان کے بیٹے کا بھی تو ہوگا۔کیا واقعی ایسا ہوتا ہے۔اس کی راہنمائی ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ اور اس کی تشریح میں ملتی ہے۔آج کی اس تحریر میں وہ حدیث مبارکہ اور اس کی تشریح کا ایک حصہ لکھا جا رہا ہے۔جس میں بتایا جا رہا ہے کہ دولت مند مال دار عورت سے شادی کرنے کے کیا فائدے یا نقصانات ہوسکتے ہیں یا ہوتے ہیں۔اب آپ حدیث مبارکہ اور اس کی تشریح پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق، ہمت اور حوصلہ عطاء کرے۔

آمین کتاب تحفہ شادی خانہ آبادی کے صفحہ 44 پر لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کہ عورتوں سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال پر، خاندان پر، حسن پر اور دین پر تم دین والی کو اختیار کرو۔گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں۔ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت اور دینداری کو تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال اور جمال فانی چیزیں ہیں۔دین لازوال دولت ہے۔دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

بے ادب ماں بادب اولاد جن سکتی نہیں
معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی ہو تو اولاد حسین رضی اللھعنہ جیسی ہوگی۔

حدیث مبارکہ کے آخری الفاظ گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس فرمان پر عمل نہیں کروگے تو پریشان ہوجاؤ گے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا۔جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی۔مال تو ایک جھٹکے میں اور جمال، خوبصورتی حسن ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔اسی کتاب کے صفحہ 49 پر بھی وہی حدیث مبارکہ لکھی ہے جو آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔اس کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ عورت کا انتخاب کرتے وقت دین کو ترجیح دینی چاہیے۔یعنی اس عورت سے شادی کرنی چاہیے جو نیک سیرت، پاکباز، سلیقہ شعار اور دین سے رغبت رکھنے والی ہو۔حسن وجمال، مال ودولت، حسب ونسب کو بھی دیکھنا چاہیے۔لیکن ان سب پر دین کو ترجیح دینی چاہیے۔

کتاب سنت نکاح کے صفحہ 29 پر یہی حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ لکھی ہوئی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللھعلیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے اول اس کا مال، دوسرا اس کا حسب نسب، تیسرا حسن وجمال اور چوتھا اس کا دین۔

پھر فرمایا تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو تم دین دار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کے انتخاب کے وقت اس میں جن صفات کا دیکھنا ضروری ہے۔ان کو مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کے انتخاب کے وقت جن چیزوں

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

کو پسندیدہ قرار دیا ہے ان میں سب سے پہلے عورت کے مال کو بیان فرمایا ہے کہ اس کا مال دیکھ شادی کرنی چاہیے اس سے عورت کا مال دار ہونا یا اس کے والدین کا مال دار ہونا مراد ہے۔ تاکہ اگر لڑکے کو کوئی پریشانی بن جائے یا رقم وغیرہ کی ضرورت بن جائے تو اس کے کام آسکے۔ لیکن اگر لڑکی کا صرف اور صرف مال دیکھ لیا جائے باقی تینوں باتوں کو مدنظر نہ رکھا جائے تو بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔ سب سے پہلے تو دین سے بے پرواہ ہوکر صرف مال ودولت کی بنا پر شادی کرنا حماقت ہے۔ کیونکہ دولت تو ایک ڈھلتا سایہ ہے۔ اس کا کوئی بھروسہ نہیں، صبح کا بادشاہ شام کو فقیر اور شام کا فقیر صبح کو بادشاہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر لڑکی مال دار تو غریب لڑکا ان کا غلام اور خادم بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر دونوں دولت کے نشے میں مدہوش ہوں تو نت نئے فتنے اور فساد ظاہر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ لڑائی جھگڑے بلکہ طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر ساری دولت عدالتوں کی ملکیت ہوکر رہ جاتی ہے۔ اسی لیے تو حضور مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

عورتوں سے ان کے مال دار ہونے کی وجہ سے نکاح نہ کرو ہوسکتا ہے ان کا مال تمہیں (میاں بیوی) طغیان اور سرکشی میں مبتلا کردے عورتوں سے دین داری کی بناء پر نکاح کرو۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں

حضور سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کے ساتھ اس کی عزت (اور مرتبے) کی وجہ سے شادی کی (تاکہ اس کی وجہ سے خود بھی معزز ہوجائے) تو اللہ اسے معزز کی بجائے ذلیل کرے گا اور جس نے کسی عورت کے ساتھ مال کی وجہ سے شادی کی (تاکہ اس کی وجہ سے خود بھی مال دار ہوجائے) تو اللہ اسے مال دار کی بجائے محتاج کرے گا۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ مال ودولت کی لالچ میں کی ہوئی شادی نفع بخش نہیں ہوسکتی اور پھر اس میں ایک اور فتنے کا بھی اندیشہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مال ودولت کا لالچ (امیرزادی کی تلاش) شادی میں تاخیر کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ جس کے نتائج بہت برے نکلتے ہیں جوان اولاد جب نفسانی خواہشات پر قابو نہیں پاسکتی تو حرام کاری اور بدکاری جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرکے نہ صرف یہ کہ اپنے ایمان کی دولت کو کمزور کر بیٹھتی ہے بلکہ جسمانی امراض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شادی کے قابل بھی نہیں رہتی پھر حرام کاری کی وجہ سے صرف اولاد ہی نہیں بلکہ والدین بھی گناہ گار ہوں گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے گھر میں لڑکا پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے اچھی تعلیم دے اور جب بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے اور اگر لڑکا بالغ ہوگیا اور باپ نے اس کی شادی نہ کی اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اس لڑکے کا گناہ اس کے باپ پر (بھی) ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توریت میں لکھا ہے کہ جس لڑکی کی عمر

بارہ برس ہوجائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو وہ گناہ اس کے باپ پر (بھی) ہوگا۔

ان مذکورہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ باپ نے اگر بالغ اولاد کی شادی میں تاخیر کی تو اسے بدلے میں اولاد سے جن گناہوں کا صدور ہوگا اس میں باپ بھی مجرم ہے کہ اس نے اولاد کی شادی میں بلاوجہ تاخیر کی اور جوان اولاد اپنی نفسانی خواہشات پر قابو نہ پانے کی وجہ سے گناہ کی مرتکب ہوئی اور اگر ان کی شادی کردی جاتی تو عین ممکن تھا کہ ایسا نہ ہوتا۔ افسوس آج کل دنیاوی رسم ورواج کی وجہ سے شادیوں میں غیر معمولی تاخیر کی جاتی ہے۔

جس کی وجہ سے عشق مجازی بھی پروان چڑھتا ہے اور بے شمار گناہوں کا سلسلہ چلتا ہے کاش کوئی ایسا رواج قائم ہوجائے بچہ اور بچی جونہی بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھیں ان کے نکاح ہوجایا کریں کہ انشاء اللہ اس طرح ہمارا معاشرہ بے شمار برائیوں سے بچ جائے گا۔

کتاب اسلامی شادی کے صفحہ 91 پر لکھا ہے کہ بعض نکاح کرنے والے منکوحہ (لڑکی کے گھر میں) مال کو دیکھتے ہیں اور درحقیقت یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ منکوحہ یا اس کے اولیاء (یعنی لڑکی والے) مرد کے مال کو دیکھیں کیونکہ یہ تو کسی درجہ میں اگر اس میں غلو نہ ہو امر معقول سمجھ میں آنے والی بات ہے کیونکہ مرد پر عورت کا مہر اور نفقہ واجب ہوتا ہے تو استطاعت رکھنے اور اس بناء پر مال کو دیکھنے میں مضائقہ نہیں بلکہ ایک قسم کی ضروری مصلحت ہے۔ البتہ اس میں ایک قسم کا غلو ہوجانا کہ اس کو اور ضروری اوصاف پر ترجیح دی جائے یہ مذموم ہے۔ لیکن عورت کے مال دار ہونے پر نظر کرنا محض اس غرض سے کہ ہم اس کے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے یا ہم پر نفقہ وغیرہ کا بار کم پڑے گا بڑی بے غیرتی اور بے حمیتی ہے۔

شادی آسان کرو تحریک کا پیغام بھی یہی ہے کہ شادی کسی بھی دنیاوی مال ودولت کی لالچ میں نہ کی جائے۔ شادی بیاہ کی فضول رسومات کی وجہ سے نوجوانوں کی شادیوں میں غیرضروری تاخیر ہوتی ہے۔ جس سے برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اسی لیے شادی آسان کرو تحریک فضول رسومات اور غیرضروری اخراجات اور بے جا مطالبات کے خاتمے کے لیے مسلمانوں میں شعور بیدار کرنے کی ایک شعوری مہم ہے۔ معاشرے کے سنجیدہ طبقات اور افراد کو اس تحریک کا دست وبازو بننا چاہیے۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

قطب الدین ایبک

عدیل احمد خان

طبقات ناصری کے مصنف منہاج السراج کے مطابق اس کا پورا نام قطب الدین ایبک شل تھا، ایبک ترکی زبان میں انگلی کو کہتے ہیں اور ''شل'' کے معنی ناکارہ مفلوج کے ہیں، قطب الدین ایبک ترکی نسل سے تھا، چونکہ اس کی چھنگلیاں ٹوٹ گئی تھی اسی لئے وہ قطب الدین ایبک شل کے نام سے مشہور ہوا۔

ماں باپ کی شفقت سے بچپن ہی میں محروم کر کے کسی نے اس کو غلام بنا لیا اور بعد میں نیشاپور کے قاضی فخر الدین کے ہاں فروخت کر دیا، غلامی اور والدین سے جدائی اس کے حق میں بہت مبارک ثابت ہوئی کیونکہ اس کی بدولت اسے دہلی کی بادشاہت نصیب ہوئی، قاضی فخر الدین عبدالعزیز نے، جو امام ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے، اسے پالا پوسا اور تعلیم و تربیت سے اس طرح آراستہ کیا جس طرح مہربان باپ اپنی اولاد کی کرتا ہے۔

اس وقت میں رائج علوم اور سپاہیانہ زندگی کے تمام ہنر اسے سکھائے گئے، قاضی صاحب کی وفات کے بعد اسے غزنی کے بازار میں فروخت کیلئے لایا گیا، یہاں شہاب الدین غوری کی دور اندیش نگاہوں نے اس کے اندر چھپے جوہروں کو بھانپ کر اسے خرید لیا، غوری نے اسے فن سپہ گری اور انتظام ملکی میں مہارت پیدا کرائی، کچھ عرصہ بعد محمد غوری نے اسے امیر اصطبل بنا دیا۔

محمد غوری کی زندگی میں قطب الدین نہایت فرض شناس خادم اور بہترین سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے مالک کی آنکھوں کا تارا بنا رہا اور اپنے آقا کے ساتھ ہندوستان کے کئی معرکوں میں حصہ لیا، اپنی جاں بازی کے کمالات سے اس کا دل موہ لیا، جب دہلی اور اجمیر پر شہاب الدین غوری کو فتح ملی تو اس نے قطب الدین ایبک کو اس کا حاکم مقرر کر دیا، جو اپنی آخری عمر تک شہاب الدین غوری کا وفادار رہا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہ خوارزم کی فوج نے اس کی ایک ٹکڑی کو گھیر لیا اور قطب الدین کو پکڑ کر ایک لوہے کے پنجرے میں قید کر دیا، جب شہاب الدین غوری نے شاہ خوارزم کو شکست دی تو وہ اونٹ بھی آیا جس پر قطب الدین کا پنجرہ لدا ہوا تھا، شہاب الدین غوری نے اسے قید سے چھڑا کر موتیوں کا ہار پہنایا، اس دن سے اس کی وفاداری کا سکہ شہاب الدین غوری کے دل پر بیٹھ گیا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شہاب الدین غوری نے محفل نشاط کے دوران قطب الدین کی کارگزاری سے خوش ہو کر بہت سی رقم انعام میں دی، قطب الدین ایبک نے اس رقم کو اپنے تمام ملازمین اور ہم وطن ترک غلاموں میں بطور امداد تقسیم کر دی اور ایک روپیہ بھی اپنے پاس نہ رکھا، شہاب الدین غوری پر اس کی سخاوت کا بے حد اثر ہوا اور اس نے اس کو اپنا مقرب خاص بنا لیا، قطب الدین ایبک کو غریبوں اور دکھیاروں کے دکھ درد کا پورا احساس تھا، اس لئے ان کی غیر معمولی امداد کرتا، اس کی فیاضی کے باعث لوگ اسے 'لکھ بخش' یا 'لکھ داتا' کے نام سے یاد کرتے۔

1205ء میں جب سلطان شہاب الدین غوری کھوکھروں کی بغاوت کو کچلنے کیلئے ہندوستان آیا تو ایبک نے آقا کے ساتھ مل کر سرکش قبیلہ کو تہس نہس کر دیا، اس مہم سے فراغت کے بعد لاہور (موجودہ پاکستان) میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا اور قطب الدین ایبک کی بیش بہا خدمات اور جاں فشانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے 'ملک' کا خطاب بخشا، یہ خطاب ان دنوں بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا اور بادشاہ کے سب سے قریبی معتمد کو دیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ سلطان شہاب الدین غوری نے ایبک کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری کے انعام کے طور پر اپنے تمام ہندوستانی مقبوضات کا حاکم اعلیٰ مقرر کر کے اپنی ولی عہدی سے سرفراز کیا، ان عظیم اعزازت کے باوجود قطب الدین ایبک نے

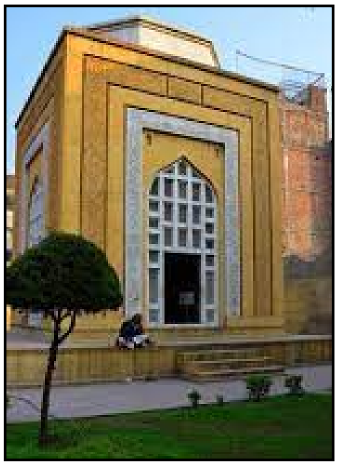

اپنے آقا کے سامنے خود کو ایک نہایت اطاعت شعار غلام کی صورت میں رکھا اور اس کی زندگی میں کبھی بھی خود مختاری کا خیال تک دل میں نہ لایا، جب شہاب الدین غوری شہید ہو گیا تو اولاد نرینہ سے محرومی کے سبب قطب الدین ایبک نے دہلی میں اپنی تاج پوشی کر کے خود مختار فرماں روا کی حیثیت اختیار کر لی۔

قطب الدین ایبک کو چوگان (موجودہ دور میں پولو) کھیلنے کا بہت شوق تھا، 1210ء میں لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گرا اور گھوڑا ابھی لڑکھڑا کر قطب الدین ایبک پر ہی گر پڑا جس کی وجہ سے زین کا اگلا حصہ اس کے سینے میں دھنس گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

قطب الدین ایبک کا کردار

قطب الدین ایبک اچھے اوصاف کا مالک تھا، معمولی درجے سے ترقی کر کے امیر اصطبل بنا، اس نے اپنے آقا شہاب الدین محمد غوری کی اس قدر اطاعت کی کہ سلطان کے غلاموں میں وہ عزیز ترین بن گیا، ایک بادشاہ کی حیثیت سے منصف مزاج اور نرم دل تھا اور رعایا کو چاہنے والا عدل پرور تھا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔

اس نے لٹیروں کی ٹولیوں کو ختم کر کے امن وامان قائم کیا، وہ شریعت کا پابند تھا، اس نے تمام غیر شرعی ٹیکس ختم کر دیئے، کل پیداوار کا دسواں حصہ مال گزاری کی شکل میں وصول کرتا تھا، عل و فضل کا پرستار تھا اور علماء کو وظائف اور انعامات سے سرفراز کرتا تھا، وہ نہایت سخی فرماں روا تھا۔

مشہور مؤرخ فرشتہ کا کہنا ہے کہ ''آج تک کسی کی سخاوت اور فیاضی کی اتنی تعریف سننے میں نہیں آئی جتنی قطب الدین ایبک کی اب تک سنی جا رہی ہے، اس نے نہ کسی پر کبھی ظلم کیا اور نہ ہی کسی بے گناہ کو قتل کیا، قطب الدین ایبک ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند حکمراں تھا، اس نے اپنی فوج میں نہ صرف کافی تعداد میں ہندو سپاہیوں کا تقرر کیا بلکہ بہت سے ہندو حکام کو بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟

عائشہ لئیق

بلاشبہ پھول جیسے بچے کسی بھی گھر کا قیمتی ترین اثاثہ ہوتے ہیں جہاں وہ چھ گھنٹے سکول میں گزارتے ہیں وہیں ,اٹھارہ گھنٹے والدین کے پاس ہوتے ہیں۔ اسی لئے والدین پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور پھر اس میں ماں کا کردار تو کلیدی ہوتا ہے۔ اگر والدین اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں تو اس سے ان بچوں کے لئے ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور اگر والدین اس سے پہلو تہی کریں تو یہی بچے معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔ والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ جہاں وہ بچوں کی بہترین پرورش کے لئے دن رات ایک کر دیتے ہیں وہاں باقاعدگی سے اپنے بچوں کی سکول ڈائریاں بھی چیک کریں۔ نیز سکول انتظامیہ کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کریں بچوں کو ٹیسٹ کے لئے تیار کرنے اور ہوم ورک کی نگرانی کریں۔ ان تمام امور کے لئے گھر کے اندر ٹائم ٹیبل آویزاں ہو بچوں کے کھیل کود، مسجد جانے اور ہوم ورک کے لئے ٹائم فریم ہونا چاہئے تا کہ ہر کام وقت پر ہو سکے۔ اسی طرح مہینے میں ضرور ایک دفعہ سکول وزٹ کیا جائے تا کہ بچوں کی تعلیمی کارکردگی سے واقفیت ہوتی رہے۔ آپ کے پاس سکول کے فون نمبر ہونے چاہئیں تا کہ کلاس ٹیچرز کے ساتھ بچوں کی کارکردگی پر تبادلہ خیال بھی کیا جا سکے۔

شاندار رزلٹ آنے پر نہ صرف بچوں کی بلکہ اساتذہ کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ٹیچرز کی طرف سے اگر مثبت رسپانس نہ ملے تو اس سلسلے میں پرنسپل سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ والدین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کے معمولات پر غیر محسوس انداز میں نظر رکھیں اگر ان کے رویوں میں تبدیلی محسوس ہو تو بچوں سے اس بارے میں ضرور استفسار کریں۔ بچوں کو موبائل فون بوقت ضرورت ہی دیا جائے ان کو الگ بیڈ روم میں موبائل فون کے استعمال کی اجازت درست نہیں بلکہ انٹرنیٹ، موبائل گھر میں آزادانہ جگہ پر موجود ہوں تا کہ جدید ٹیکنالوجی کا موزوں اور درست طریقے سے استفادہ ممکن ہو سکے۔

بچوں کے موبائل سیکیورٹی کوڈ، انٹرنیٹ اور PCs پاس ورڈ والدین کو معلوم ہونے چاہئیں، کبھی کبھار والدین بچوں کے ساتھ بیٹھ جایا کریں .اس سے معصوم بچوں کو اپنا سفر درست سمت میں رواں رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ جہاں موبائل کا حد سے زیادہ استعمال بچوں کی ذہنی نشوونما پر برے اثرات مرتب کرتا ہے، وہیں منفی استعمال بھی مضر ثابت ہو سکتا ہے بچوں کو اعتماد دیں تا کہ وہ اپنا مسئلہ کھل کر والدین کے ساتھ بیان کر سکیں بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ متوازن ہونا چاہئے۔ حد سے زیادہ غصہ بچوں میں نفرت کے جذبات پیدا کرتا ہے اور بیجا تنقید بچوں میں بزدلی پیدا کرتی ہے۔ بے پناہ لاڈ پیار بچوں میں لاپرواہی کے جذبات پروان چڑھاتا ہے۔ لہذا اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی اور برے کاموں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس سے ان کے اندر اچھی صفات فروغ پائیں گی اور بری صفات کی بیخ کنی کرنے میں مدد ملے گی۔ بچوں سے گھریلو کام کاج بھی کروانے چاہئیں۔ تا کہ ان میں خود اعتمادی و خود انحصاری کے رویئے پیدا ہوں اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں میں اضافہ ہو۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر بچہ، بچی اپنا کام خود کرے۔ بستر بچھانا، صفائی کرنا، جوتے پالش کرنا، کپڑے استری کرنا، کھانا پکانا اور دوسرے امور کے لئے ضروری ہے کہ بڑوں کے ساتھ ساتھ بچے بھی اپنی خدمات خود سرانجام دیں والدین کو چاہئے کہ بچوں اور بچیوں میں تفریق نہ کریں بلکہ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے جب ہم بچوں کو ترجیح دیتے ہیں تو ان میں احساس برتری پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلے میں بچیوں میں احساس کمتری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

بچوں میں صفائی کی عادات ڈالیں ناخن کاٹنے سے لے کر بدن کی صفائی ستھرائی گھر کے صاف رکھنے کی عادات کی حوصلہ افزائی کرنا بہت ضروری ہے۔

ماہرین نفسیات کے نزدیک والدین کے لئے ضروری ہے کہ والدین کو بچوں کیلئے رول ماڈل بننا چاہئے اس سلسلے میں بچوں سے تھوڑا فاصلہ بھی رکھنا چاہئے کیونکہ والدین والدین

ہوتے ہیں اور بچے بچے ہوتے ہیں ان کے سامنے لڑنے جھگڑنے سے گریز کرنا چاہئے۔ بچوں میں صحیح بولنے کی عادت ڈالنی چاہئے اگر والدین سچ بولیں گے تو بچے بھی سچ بولیں گے اگر والدین جھوٹ سے گریز کریں گے تو بچے بھی مزکورہ برائی سے بچ سکیں گے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ سچ بولنا کسی بھی مذہب میں سرفہرست اخلاقی قدر ہے۔ بچوں میں سچ بولنے کی عادت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اسکے ساتھ ساتھ فضول خرچی اور بخل کی بجائے میانہ روی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ بچوں کی تعمیر اخلاق کے لئے ضروری ہے کہ ان کے اخلاق حسنہ پر بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ اس سلسلے میں بچوں کو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات حاصل کرنے کے لئے امام مسجد کے پاس بھیجنا چاہیے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ ترجمہ کا بھی اہتمام ضروری ہے۔ بچوں کو روزانہ اخبار کا مطالعہ بھی کرنا چاہئے تا کہ روزمرہ کے حالات و واقعات پر مبنی علم میں بھی اضافہ ہوتا رہے۔ بچوں کو پانچ وقت نماز کا بھی پابند بنانا چاہیے۔ نماز پڑھنے سے بچوں میں فرمانبرداری اور نظم و ضبط کی عادات پختہ ہوتی ہیں۔

بچوں کو رات کے وقت جلد سونے اور صبح سویرے جلد اٹھنے کی عادت ڈالنا چاہئے بچوں کو اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے منصوبہ بندی کریں۔ ان میں مشاورت کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اگر گھر میں شادی بیاہ، سالگرہ یا خوشی کی کوئی تقریب ہو تو بچوں کو بھی مشاورت میں شامل کریں تا کہ نہ صرف وہ مشورہ کرنا سیکھ لیں بلکہ ان کا تجربہ بھی بڑھتا رہے۔

اگر آپ بچوں کو بازار لے گئے ہیں تو ان کو خود خریداری کرنے کا موقع دیں اور آپ صرف ان کی رہنمائی کریں۔ اس طرح بچوں میں سمجھ بوجھ پیدا ہوگی راستے پر جاتے ہوئے یا کسی فارغ وقت میں مضمون کے سلسلے میں بچوں سے سوالات کریں ان کو عقلمند اور ہوشیار سمجھ کر ان سے سوالات پوچھیں تو اس طریقے سے ان میں فیصلہ سازی، پرابلم سالونگ سکلز پیدا ہوں گی۔ بچوں کو کتابیں پڑھنے کے لئے ویسے ہی ان سے پوچھ لیں کہ فلاں لفظ کے کیا معنی ہیں؟ ذرا ڈکشنری کھول کر دیکھیں۔ اس طرح بچے کتابیں پڑھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو لائبریری، میوزیم اور صحت افزا مقامات کی سیر کے لئے بھی لے جایا جا سکتا ہے۔

اپنے پھول جیسے بچوں کے لئے بہترین سکول کا انتخاب کریں ان کی صلاحیتوں کے مطابق مضامین اور کیریئر کے انتخاب میں مدد دیں بچوں کو جنک فوڈ و فاسٹ فوڈ سے بچاتے ہوئے سبزیوں اور پھلوں کی طرف راغب کریں۔ ان کو متوازن غذا کی فراہمی بھی والدین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

بچوں میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے بھی کوشش کرنی چاہئے والدین کو یہ بھی معلوم ہو کہ ان کے بچوں کے بہترین دوست کون سے ہیں؟ ان کے رول ماڈل کون ہیں؟ وہ کون سی سرگرمیوں کا حصہ ہیں؟ بچوں کو چھوٹو، موٹو، ٹونی، کاکا کے ناموں سے ہرگز نہ پکارا جائے بلکہ ان کو اصل اور عزت والے ناموں سے پکارا جائے بچوں کی بہترین پرورش و تربیت والدین کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے اس سے نسلیں قائم رہتی ہیں اور آگے بڑھتی ہیں اور اس میں بہت بڑا اجر و ثواب بھی ہے۔

ISSN # : 3080-9746

کویت کو خوراک کی ترسیل بلاتعطل جاری رہے گی، کے سی سی آئی (KCCI) اور پاکستانی ٹیموں کے درمیان مذاکرات

رپورٹ: محمد عمر

کویت سٹی: کویت چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (KCCI) نے منگل 21 اپریل کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک وفد کے ساتھ ایک ویڈیو کانفرنس منعقد کی، جس کی قیادت کویت میں تعینات پاکستانی سفیر ڈاکٹر ظفر اقبال کر رہے تھے۔

کی جانب سے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق، پاکستانی جانب سے شروع کی گئی اس KCCI ملاقات کا مقصد کویت کے ساتھ یکجہتی اور تعاون کا اظہار کرنا، اور آبنائے ہرمز کی بندش کی وجہ سے خطے میں پیدا ہونے والی موجودہ صورتحال کے پیش نظر، ضروری غذائی اشیاء کی مسلسل فراہمی کو یقینی بنانا تھا۔ نے پاکستان وفد کا خیر مقدم کیا اور کویت اور اسلام آباد کے درمیان گہرے معاشی تعلقات پر KCCI نے زور دیا جو دہائیوں پر محیط تعاون اور مضبوط تجارتی روابط کی عکاسی کرتے ہیں۔

فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) نے کہا ہے کہ پاکستان میں چاول، سبزیوں اور پھلوں جیسی غذائی مصنوعات وافر مقدار میں موجود ہیں، اور اس نے ضروری اشیاء کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے کویت کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے اپنی آمادگی اور طویل المدتی تجارتی تعلقات کی امید کا اظہار کیا۔

اجلاس میں ٹریڈ ڈیویلپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) کی جانب سے خوراک اور زرعی شعبے پر ایک پریذنٹیشن پیش کی گئی، جس میں پاکستان میں دستیاب اعلیٰ معیار اور مسابقتی قیمتوں والی مصنوعات کو اجاگر کیا گیا، جن میں گوشت، مچھلی، چاول، سبزیاں، پھل اور دودھ سے بنی مصنوعات (ڈیری مصنوعات)

Pakistan Ambassador to Kuwait Dr Zafar Iqbal led the talks with KCCI

شامل ہیں۔ الجزیرہ ایئرویز کی جانب سے بھی ایک ویژول ریزنٹیشن دی گئی، جو فی الحال سعودی عرب میں دمام ایئرپورٹ کے ذریعے مسافر پروازوں کی محدود تعداد کے علاوہ کارگو پروازیں بھی چلاتی ہے۔

غذائی سپلائی کے شعبے میں تعاون بڑھانے کیلئے پاکستانی سفارت خانے کے اقدام کو KCCI کو سراہا۔ اس اقدام میں پاکستانی برآمد کنندگان کے بارے میں معلومات فراہم کرنا، اور تجارتی تعلقات کو مضبوط بنانے نیز دونوں ممالک کے درمیان تجارت اور سرمایہ کاری کے مزید مواقع تلاش کرنے کے لئے کویتی نجی شعبے کے نمائندوں کے ساتھ ملاقاتوں کا اہتمام کرنا شامل ہے نے اس تعاون کو آسان بنانے اور ضروری غذائی اشیاء کی موثر ترسیل میں تعاون انتظامات KCCI کی حمایت کے لئے پاکستان میں متعلقہ حکام اور اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ رابطہ کاری کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار کیا۔

دریں اثناء سفیر ڈاکٹر اقبال نے KCCI کا مسلسل تعاون کرنے اور اس تقریب کا اہتمام کرنے پر شکریہ ادا کیا، اور اس عرصے کے دوران، خاص طور پر خوراک اور بنیادی اشیاء کے شعبے میں مشترکہ کوششوں کی اہمیت پر زور دیا۔

AL MAALIK ART
GROUP
LAHORE - PAKISTAN
+92-311-149-1458
www.almaalikartgroup.com

ADEEL AHMAD KHAN
CEO

- BUSINESS CARD
- FAVOR BOX
- BROCHURS
- TISSUE BOX
- POSTER
- CAPS
- CERTIFICATES
- BOOKS & COPIES
- TEA MUG
- STICKERS
- ENVELOPES
- PEN
- WEDDING CARDS
- FILE FOLDER
- FLYERS
- PRICE TAG
- GOODIE BAGS
- FLEX STANDEE
- PVC CARDS
- KEY CHAIN

ISSN # : 3080-9746

ترک پارلیمنٹیرین علی شاہین "پاکستان کو OTS کا مکمل رُکن بنایا جائے"

تحریر: شبانہ ایاز

ترکیہ کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کے رکن اور ترکی-پاکستان انٹر پارلیمنٹری فرینڈ شپ گروپ کے چیئرمین علی شاہین نے ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر ایک تفصیلی بیان میں مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کو ترک ریاستوں کی تنظیم (OTS) میں *مکمل رکن* کا درجہ دیا جائے۔ انہوں نے پاکستان اور ترکی کے تعلقات کو "بے مثال، کثیرالجہتی اور منفرد" قرار دیا۔

علی شاہین کون ہیں؟

علی شاہین نے 1990 سے 1997 تک جامعہ کراچی سے بین الاقوامی تعلقات میں بیچلر اور ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ وہ انگریزی اور عربی کے علاوہ اردو بھی بولتے ہیں اور 2011 سے AKP کے غازی انتیپ سے رکن پارلیمنٹ ہیں۔

2020 میں پاکستانی صدر عارف علوی نے انہیں ستار؟ قائداعظم کے اعزاز سے نوازا—ترکی-پاکستان دوستی کے فروغ میں خدمات کے اعتراف میں۔

بیان کے اہم نکات

جینیاتی اور روحانی رشتہ

علی شاہین نے پاکستان اور ترکی کے تعلق کو محض سفارتی یا اسٹریٹجک تعاون سے بالاتر قرار دیا۔ انہوں نے اسے ایک "*تاریخی، ثقافتی اور روحانی ضابطوں سے تشکیل پایا جینیاتی رشتہ*" کہا اور کہا کہ دونوں اقوام کے درمیان محبت اور تعلق کا احساس نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے۔

لسانی و ثقافتی قربت

شاہین نے اردو زبان کو ترکی-اسلامی ریاستوں کی دین قرار دیا۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ لفظ "*اردو*" خود ترکی لفظ "*اُردو*" (یعنی فوج) سے ماخوذ ہے اور روزمرہ اردو میں ہزاروں ترکی النسل الفاظ آج بھی مستعمل ہیں۔

تاریخی اور نسلی شواہد

انہوں نے یاد دلایا کہ یہ خطہ صدیوں تک غزنوی، دہلی سلطنت اور مغل جیسی ترک نژاد سلطنتوں کے زیر اقتدار رہا۔

انہوں نے کہا کہ آج بھی پاکستان میں لاکھوں افراد "*ترک"، "برلاس"، "قزلباش*" اور "*ازبک*" جیسے خاندانی نام رکھتے ہیں—جو اس تاریخی میل ملاپ کا ٹھوس ثبوت ہیں۔

اقبال اور رومی کا روحانی رشتہ

شاہین نے علامہ اقبال کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مولانا جلال الدین رومی کو اپنا روحانی رہنما مانا—یہ تعلق دونوں معاشروں کے درمیان گہری "*روحانی قرابت داری*" کا مظہر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ دونوں معاشرے سنی حنفی اور ماتریدی روایت میں مشترک ہیں۔

جنگ آزادی کی مشترکہ وراثت

شاہین نے برصغیر کے مسلمانوں کی ترکی کی جنگ آزادی میں حمایت کو "*مشترکہ تقدیر*" کا حصہ قرار دیا اور کہا کہ یہ محض سفارتی مدد نہیں تھی بلکہ گہری یکجہتی کا اظہار تھا جو پاکستانی قوم کی اجتماعی شناخت کا حصہ بن چکی ہے۔

اسٹریٹجک جہت

انہوں نے کہا کہ پاکستان جنوبی ایشیا میں ترکی کا "*قدرتی اتحادی*" اور اس کے وسیع تر تعلق؟ اثر کا "*ثقافتی امتداد*" ہے۔ ترکی کا "*دل کا جغرافیہ*" (Geography of the Heart) کا وژن ایسے ہی تاریخی و ثقافتی رشتوں پر مبنی ہے۔

نیا علاقائی پس منظر

یہ تجویز ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب تینوں ممالک کا اتحاد مضبوط ہو رہا ہے۔ 2024 میں صدر ایردوان، صدر علییف اور وزیر اعظم شہباز شریف نے پہلا

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

باضابطہ سہ فریقی اجلاس کیا اور مئی 2025 میں لاچین میں دوسرا اجلاس ہوا۔ پروفیسر محی الدین عطامان —SETA فاؤنڈیشن کے Insight Turkey کے ایڈیٹر— نے بھی باضابطہ تجویز دی ہے کہ ترکیہ اور آذربائیجان کو پاکستان کو OTS میں مبصر کا درجہ دینے کی دعوت دینی چاہیے۔ اکتوبر 2025 کے گابالا سربراہی اجلاس میں OTS نے OTS"+" فارمیٹ متعارف کرایا جس کا مقصد غیر رکن ممالک کے ساتھ تعاون کو ادارہ جاتی شکل دینا ہے۔ یہ پاکستان کے لیے ایک نئی اور قابل عمل راہ ہوسکتی ہے۔

ترکیہ حکومت کا موقف

فروری 2025 میں صدر ایردوان کے دورِ پاکستان میں 27 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط ہوئے اور دفاع، توانائی اور ٹرانسپورٹ میں گہرے تعاون کا عزم کیا گیا۔ تاہم OTS رکنیت کے بارے میں انقرہ کی طرف سے ابھی تک کوئی *سرکاری اعلامیہ* نہیں آیا۔

ماہرین کی رائے — دونوں زاویے

حق میں: پروفیسر عطامان کے مطابق مشترکہ خصوصیات علاقائی تعاون کی لازمی شرط نہیں — مشترکہ مفادات بھی کافی بنیاد ہو سکتے ہیں۔ خلاف میں: ISSI کے جرنل میں پروفیسر رضوان زیب نے نشاندہی کی کہ ترکی اور پاکستان ایک دوسرے کے سرفہرست 15 تجارتی شراکت داروں میں شامل نہیں ہیں — جو تعلقات کی حقیقی اقتصادی گہرائی پر سوالیہ نشان ہے۔ علاوہ ازیں OTS کا بنیادی معیار ترکی زبان اور نسل رہا ہے اور اس کے تمام مکمل ارکان ترکی زبان بولنے والے ممالک ہیں۔ پاکستان کو مکمل رکنیت کے بجائے مبصر کا درجہ زیادہ قابل عمل راستہ ہوسکتا ہے۔

علی شاہین کا یہ بیان ترکیہ-پاکستان تعلقات کی تاریخ میں اب تک کا سب سے تفصیلی اور دلائل پر مبنی OTS رکنیت کا مطالبہ ہے۔ ترکی-آذربائیجان-پاکستان سہ فریقی اتحاد اور OTS کے نئے OTS"+" فارمیٹ نے اس تجویز کو عملی امکان کے قریب لا دیا ہے۔ تاہم اگلا قدم حکومتوں کو اٹھانا ہوگا — پارلیمنٹیرینز کا کام راستہ دکھانا ہے، منزل پر پہنچانا نہیں۔

ISSN # : 3080-9746

اِنتہائی نفیس شخصیت کے حامل معروف۔۔۔اختر شمار

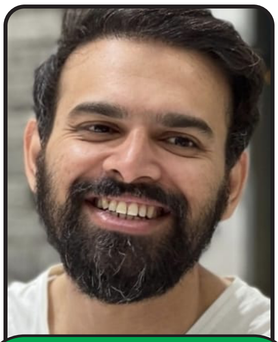

تحریر و تحقیق: علی حیدر شیخ

ڈاکٹر اختر شمار اپریل 1960ء کو پیدا ہوئے، آپ کا آبائی تعلق گاؤں سہال نزد چکری ضلع راولپنڈی سے تھا، ان کے والد گرامی بہت عرصہ پہلے ملتان میں آباد ہو گئے تھے، ڈاکٹر اختر شمار شاعر، ماہر تعلیم، کالم نگار، ایف سی یونیورسٹی، لاہور شعبہ اردو کے صدر تھے۔ اس سے پہلے وہ جامعہ عین شمس اور جامعہ الازہر میں بھی تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

۔ان کا شمار موجودہ دور کے نامور پاکستانی اردو شاعروں میں ہوتا ہے۔ وہ دو درجن کتب کے مصنف تھے۔ کچھ عرصہ قبل ان کا شعری کلیات اختر شماریاں کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان کا تدریسی و تخلیقی سفر تین دہائیوں سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ 2003 میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی نگرانی میں حیدر دہلوی: احوال و آثار کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کی۔ 2003 ہی میں انھوں نے فورمین کرسچین کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اردو کے سربراہ کی حیثیت سے جوائن کیا۔ 2008 سے 2012 تک مصر کی جامعہ عین الشمس اور جامعہ الازہر کی پاکستان چیئر پر خدمات انجام دیں۔ انھیں پاکستان کا پہلا ادبی اخبار بجنگ آمد جاری کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ ان کی دیگر کتابوں میں روشنی کے پھول کسی کی آنکھ ہوئے ہم یہ آغاز محبت ہے جیون تیرے نام ہمیں تیری تمنا ہے آپ سا کوئی نہیں تھی میری محبت ہو دھیان عاجزانہ (اردو شاعری) اکھیاں دے وچ دل میلہ چار دیہاڑے (پنجابی شاعری) پنجابی ادب رنگ بھرتری ہری ایک عظیم شاعر میں بھی پاکستان ہوں ہم زندہ قوم ہیں لاہور کی ادبی ڈائری موسیٰ سے مُرسی تک وغیرہ (نثری تحریریں) شامل ہیں۔ ان کے کلام کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

ذرا سی دیر تھی بس اک دیا جلانا تھا
اور اس کے بعد فقط آندھیوں کو آنا تھا
میں گھر کو پھونک رہا تھا بڑے یقین کے ساتھ
کہ تیری راہ میں پہلا قدم اٹھانا تھا
وگرنہ کون اٹھاتا یہ جسم و جاں کے عذاب
یہ زندگی تو محبت کا اک بہانہ تھا
یہ کون شخص مجھے کرچیوں میں بانٹ گیا
یہ آئنہ تو مرا آخری ٹھکانہ تھا
پہاڑ بھانپ رہا تھا مرے ارادے کو
وہ اس لیے بھی کہ تیشہ مجھے اٹھانا تھا
بہت سنبھال کے لایا ہوں اک ستارے تک
زمین پر جو مرے عشق کا زمانہ تھا
ملا تو ایسے کہ صدیوں کی آشنائی ہو
تعارف اس سے بھی حالانکہ غائبانہ تھا
میں اپنی خاک میں رکھتا ہوں جس کو صدیوں سے
یہ روشنی بھی کبھی میرا آستانہ تھا

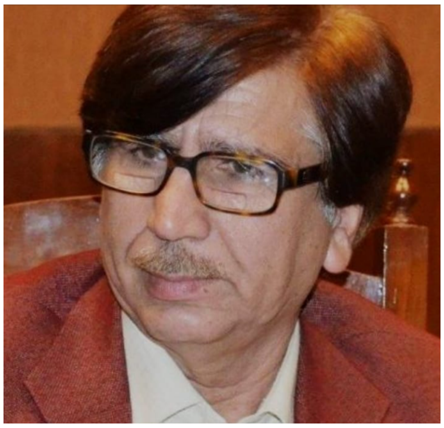

میں ہاتھ ہاتھوں میں اس کے نہ دے سکا تھا شمارؔ
وہ جس کی مٹھی میں لمحہ بڑا سہانا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سبھی کچھ خوبصورت ہے جہاں پر
ہمیں واپس بھی جانا ہے کیا کریں
اس کے نزدیک غمِ ترکِ وفا کچھ بھی نہیں
مطمئن ایسا ہے وہ جیسے ہوا کچھ بھی نہیں
اب تو ہاتھوں سے لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
اس کو کھو کر تو مرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
چار دن رہ گئے میلے میں مگر اب کے بھی
اس نے آنے کے لیے خط میں لکھا کچھ بھی نہیں
کل بچھڑنا ہے تو پھر عہد وفا سوچ کے باندھ
ابھی آغازِ محبت ہے گیا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چُپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلا کچھ بھی نہیں
اے شمارؔ آنکھیں اسی طرح بچھائے رکھنا
جانے کس وقت وہ آ جائے پتا کچھ بھی نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جانے کس دیس جا بسے اختر
ہائے وہ لوگ خوش کلام سے لوگ
وقت نے تو یہی سکھایا شمار
آج ہے آج ؛ کل نہیں کوئی
جانے سے پیش تر جو بتایا نہیں اُسے
وہ سو رہا تھا میں نے جگایا نہیں اسے
میں کیا کہوں کے کیسی تھی وہ شامِ الوداع
بس دیکھتا رہا تھا۔۔۔۔۔۔ بلایا نہیں اسے
میں گزرتا تو وہاں جاں سے گزرتا چُپ چاپ
یہ ہوا کیسے مدینے سے گذر جاتی ہے
آپ کی ہی یاد ہو اب زندگی
اب مجھے خود کو بھلانا چاہیے
کہاں رکے ہیں اب بھی یزیدیوں کے ظلم و ستم
ہمارے سامنے کشمیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی کہانی ہے
دیکھے کسی کی ایک جھلک اور اُس کے بعد
پہروں کسی کو بیٹھ کے سوچا کرے کوئی
کاغذ پہ یہ اشعار ہیں یا خون کے چھینٹے
یارنگ پہ آیا ہُوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فن کار کا دکھ ہے
روز منایا کرتے تھے
اک تہوار محبت تھی
بیٹھا رہے تو سامنے میرے اسی طرح
دل چاہتا ہے شام سہانی نہ ختم ہو
میرے لفظوں کی سادگی پہ نہ جا
شعر کی تازگی۔۔۔۔۔۔ تعارف ہے
ریزہ ریزہ ہونے لگا ہوں میں ہر پل
کھا جائیں گے مجھ کو پاکستان کے دکھ
مت کسی کا گلہ کرو بھائی
سب پہ راضی رہا کرو بھائی
میرا دروازہ کھولتا تھا کوئی
یا کہ دستک پہ بار بار تھا میں
دل جھاڑ ذرا اور ہمیں ڈھونڈنے والے
ہوں گے کسی تصویر پرانی میں کہیں ہم
عدالت ہی لگانی ہے تو ان جلووں کو بھی پوچھو
قصور ان کا بھی ہوگا مجھ کو دیوانہ بنانے میں
ایک جیسے تھے سبھی اس شہر میں
مجھ کو سب سے مختلف ہونا پڑا
تیری قُربت میں کبھی سوچا نہیں تھا میں نے
تیری فُرقت کا زمانہ بھی مجھے دیکھنا تھا
ایک تجھ پر اثر نہیں کوئی
جھوم اٹھے مرے کلام سے لوگ
میں بہت جلد بھنور میں تجھے یاد آؤں گا
اتنا خوش باش نہ رہ مجھ سے کنارہ کر کے
تجھے میں مل نہ پایا وقتِ رخصت
جیوں گا جب تلک یہ غم رہے گا

ISSN # : 3080-9746

عیدالاضحیٰ

حکیم حارث نسیم سوہدروی

زندہ اقوام اپنے اسلاف کی تعلیمات اور خدمات کو تازہ رکھنے کے لیے مختلف یادگاریں قائم کرتی ہیں ان کی زندگیوں کو مشعل راہ بناتی اور انے والے نسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دیتی ہیں اس طرح ہماری عیدالاضحیٰ یعنی قربانی کی عید بھی کہا جاتا ہیحضرت ابراہیم علیہ السلام کے عظیم عمل کی یادگار ہے ہم قربانی کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کرتے ہیں قربانی خدا کے تقرب کے لیے پیش کی جاتی ہے اور یہ سنت ابراہیمی ہے جس کا ذکر قران حکیم میں یوں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو غور کر کے بتا کہ تیری رائے کیا ہے؟

پ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہی کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے مجھے انشائاللہ صابر پائیں گے اور جب ان دونوں نے پوری طرح تسلیم و رضا کے ساتھ اللہ تعالی کے اگے اپنے اپ کو پیش کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لیے حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل لٹایا تو اواز ائی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے انبیاء کرام کے خواب روئے صادق یعنی سچے خواب ہوتے ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے بیٹے کی قربانی کرتے دکھایا گیا تو انہوں نے جذبہ تسلیم اور رضا کے تحت اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ کیا جنہوں نے کہا کہ اپ وہی کریں جو اللہ تعالی کا حکم ہے اہلیہ حضرت ہاجرہ نے بھی جذبہ تسلیم و رضا کا بھرپور مظاہرہ کیا چنانچہ خواب کی تعبیر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ کے ہمراہ حضرت اسماعیل کو لے کر قربان گاہ یعنی منی کے میدان کی طرف چل دیے کچھ راستہ چل کر منی کے میدان یعنی قربان گاہ کے قریب پہنچے تو شیطان نے وسوسہ پیدا کیا کہ اپ ایسا نہ کریں اپ نے شیطان کو کنکریاں ماری پھر شیطان نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ ظاہر کر کے برائی کی مگر حضرت ہاجرہ نے اس کے بہکاوے میں انے کے بجائے اسے کنکریاں ماری۔ شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس گیا اور ورغلانا چاہا مگر انہوں نے بھی کنکریاں ماریں جن مقامات پر ان تینوں نفوس قدسیہ نے شیطان کو کنکریاں ماری اب وہاں شیطان کے علامتی نشان بنا دیے گئے ہیں جہاں ہر حاجی کنکریاں مار کر شیطانی ذھنیت کی نفی کا عہد کرتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر قربان گاہ میں پہنچے اور قربانی کے لیے حضرت اسماعیل کو لٹا کر انکھیں بند کر کے حکم الہی کے مطابق چھری چلا دی مگر دیکھا کہ وہاں اللہ کے حکم سے دنبہ موجود تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہ السلام تینوں نفوس قدسیہ نے تسلیم و رضا کی جو مثال پیش کی وہ تاریخ میں بے نظیر ہے اللہ تعالی کے ہاں یہ قربانی اس قدر مقبول ہوئی کہ ہر رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے لازم قرار دے دی مسلمان عیدالاضحیٰ پر یہ سنت ادا کرتے ہیں تو اس تصور کے ساتھ کہ وہ اللہ کی راہ میں عزیز ترین شے قربان کر رہے ہیں اللہ رب العزت گوشت اور خون سے بے بنیاد ہے اسے تو جذبہ عزیز ہے کہ راہ خدا میں ہر شے قربان کی جا سکتی ہے کاش قربانی دینے والوں میں وہ سچا جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ اسے محض رسم خیال نہ کریں مگر ہمارے ہاں دیکھا گیا ہے کہ قربانی کرنے والوں کی اکثریت جذبے سے عاری ہوتی ہے اور محض نام و نمود اور نمائش یا امارت کے دکھاوے کے لیے قربانی کرتے ہیں قربانی کی روح یہ ہے کہ دین اسلام کے لیے ہر شے حتی کہ عزیز ترین متاع اولاد اور دولت بھی وقت انے پر راہ خدا میں قربان کر دینے کا عزم کی تجدید ہے مگر یہاں مظلوم مسلمانوں کی مدد غریب عزیز و اقربا اور کے ساتھ تو کوئی تعاون نہیں کیا جاتا دین اسلام کی تبلیغ ہو اشاعت کے لیے تو لوگ ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کرتے مگر رسم خیال کرتے ہوئے قربانی کا جانور قیمتی خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ واضح حکم الہی ہے کہ اللہ تعالی کو گوشت اور خون نہیں چاہیے بلکہ اسے جذبہ قربانی عزیز ہے۔

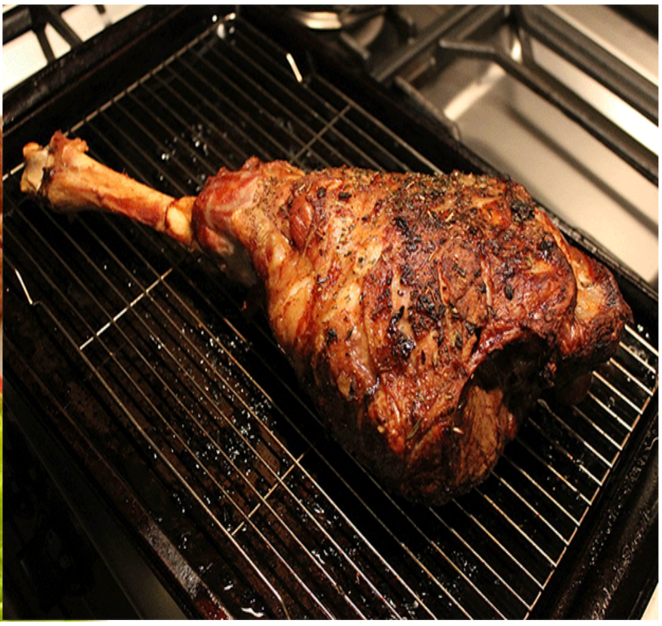

ISSN # : 3080-9746

نشہ آور اشیاء کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اثرات

ڈاکٹر مفتی احمد رضا

پاکستان میں نشہ آور اشیاء کا استعمال ایک سنگین سماجی، طبی اور اقتصادی مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ خصوصاً نوجوان نسل اس لعنت میں مبتلا ہو کر نہ صرف اپنی زندگیوں کو تباہ کر رہی ہے بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کو بھی کمزور کر رہی ہے۔ سال نو کے آغاز پر اس مسئلے پر غور کرنا ناگزیر ہے تاکہ اس کے اسباب اور تدارک کے عملی اقدامات پر روشنی ڈالی جا سکے۔

قرآن مجید میں نشے اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کی ممانعت پر واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر کے راستے دکھا کر، نشے جیسے نقصان دہ عوامل سے بچنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرے میں خیر و صلاح کا غلبہ ہو۔

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔"

اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ شراب اور جوئے میں نقصان زیادہ ہے، حالانکہ کچھ فوائد ہو سکتے ہیں، مگر اللہ نے ان کے گناہ کی شدت کو زیادہ بیان کیا ہے۔

"اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

یہاں ممانعت جزوی طور پر بیان کی گئی ہے تاکہ نشہ کی حالت میں نماز کا وقار اور عبادت کا معیار برقرار رہے۔

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور فال کے تیر ناپاک ہیں، شیطان کے عمل میں سے ہیں، پس ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم باز آؤ گے؟"

یہ آیت شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی مکمل ممانعت کا حکم دیتی ہے، کیونکہ یہ معاشرتی برائیوں اور روحانی نقصان کا سبب بنتی ہیں۔

نشہ آور اشیاء کے بڑھتے ہوئے رجحان کی وجوہات

پاکستان میں نشہ آور اشیاء کے بڑھتے ہوئے رجحان کے متعدد اسباب ہیں جنہیں سمجھنا اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

معاشرتی دباؤ اور ذہنی دباؤ

معاشرتی دباؤ، غربت، بے روزگاری، اور تعلیمی ناکامی نوجوانوں کو مایوسی اور ذہنی دباؤ کا شکار بناتی ہیں۔ خاندانی توقعات، سماجی تقابل، اور مالی مشکلات ان کی خود اعتمادی کو متاثر کرتے ہیں، جبکہ تعلیمی ناکامی اور روزگار کی کمی انہیں بے بسی کا احساس دلاتی ہیں۔ ان مسائل سے نکلنے کے لیے نوجوان اکثر نشہ آور اشیاء کا سہارا لیتے ہیں، جو وقتی سکون فراہم کرتی ہیں لیکن ان کی جسمانی، ذہنی اور معاشرتی زندگی کو مزید نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان چیلنجز کے حل کے لیے والدین، معاشرے اور حکومتی اداروں کو مشترکہ اقدامات کرنا ضروری ہے۔

آسان دستیابی

پاکستان میں منشیات کی آسان دستیابی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ غیر قانونی منشیات کی اسمگلنگ، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کمزوری، اور سماج میں منشیات فروشوں کی موجودگی نے نشے کو عام کر دیا ہے۔

خاندانی مسائل

ٹوٹتے ہوئے خاندان، والدین کی عدم توجہی، اور گھریلو جھگڑوں کے باعث نوجوان جذباتی سہارا ڈھونڈتے ہیں، جو اکثر انہیں نشے کی طرف لے جاتا ہے۔

میڈیا اور جدید ثقافت کا اثر

سوشل میڈیا، فلمیں، اور ڈرامے نشہ آور اشیاء کو گلیمرائز کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں نوجوان انہیں ایک فیشن کے طور پر اپنانے لگتے ہیں۔

نشہ آور اشیاء کے اثرات

ذاتی زندگی پر اثرات

نشہ آور اشیاء کا استعمال انسانی زندگی کو ہر پہلو سے تباہ کر دیتا ہے۔ یہ جسمانی صحت کو نقصان پہنچا کر جگر، دل اور پھیپھڑوں جیسی بیماریوں کا باعث بنتا ہے اور قوت مدافعت کو کمزور کر دیتا ہے۔ ذہنی سکون کے لیے عارضی سہارا فراہم کرنے والا نشہ درحقیقت ڈپریشن، بے چینی اور یادداشت کی کمزوری جیسی ذہنی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ یہ فرد کو سماجی زندگی اور تعلقات سے دور کر کے مالی مشکلات، عزتِ نفس کی کمی، اور تنہائی کا شکار بناتا ہے، جس سے زندگی کی خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

خاندانی نظام پر اثرات

نشے کے عادی افراد کے خاندان شدید مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے پہلی وجہ خاندانی جھگڑے اور عدم سکون ہے، کیونکہ نشہ کرنے والے افراد اپنے رویے پر قابو نہیں رکھ پاتے جس کی وجہ سے گھر میں کشیدگی اور تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا غصہ، چڑچڑاہٹ اور غیر متوازن ردِعمل گھر کے ماحول کو متاثر کرتے ہیں، جس سے خاندان کے دیگر افراد میں ذہنی دباؤ اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، نشے کی عادت مالی مسائل کا سبب بنتی ہے، کیونکہ نشے کی خریداری پر پیسہ خرچ کرنے کی وجہ سے خاندان کے دوسرے ضروری اخراجات متاثر ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ افراد قرض لینے یا غیر قانونی طریقوں سے پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے مالی مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ نشے کے عادی افراد کی عادت بچوں کی تعلیم اور تربیت پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ والدین کے جھگڑوں اور کشیدہ ماحول کی وجہ سے بچوں کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچے خود اعتمادی کی کمی اور جذباتی عدم استحکام کا شکار ہو سکتے ہیں، جو ان کی ترقی میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ ان سب کے علاوہ، نشے کی عادت خاندان کے معاشرتی تعلقات پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ رشتہ دار اور دوست نشے کے عادی افراد کے خاندان سے تعلق رکھنے میں ہچکچاتے ہیں، جس کے باعث خاندان کو معاشرتی سطح پر تنہائی کا سامنا ہوتا ہے۔ اس طرح نشے کے عادی افراد کے خاندان میں شدید مشکلات اور چیلنجز آتے ہیں جن کا اثر ان کے ذہنی، جذباتی اور مالی حالات پر پڑتا ہے۔

معاشرتی اثرات

ISSN # : 3080-9746

نشے کے استعمال کے معاشرتی اثرات بہت گہرے اور پیچیدہ ہیں۔ یہ نہ صرف فرد کی زندگی بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ جرائم کی شرح میں اضافہ ایک اہم اثر ہے، کیونکہ نشے کے عادی افراد اکثر جرائم جیسے چوری، ڈکیتی اور تشدد میں ملوث ہوجاتے ہیں۔ اس کا سبب معاشی دباؤ، دماغی کارکردگی کی کمی اور غصے کا بے قابو ہونا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان افراد کا صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور وہ جرم کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ نشے کی حالت میں ان کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ تشدد میں ملوث ہوجاتے ہیں، جس سے پورے معاشرتی ماحول پر منفی اثر پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ، معاشرتی انتشار بھی ایک بڑا مسئلہ ہے، کیونکہ نشے کا استعمال پورے معاشرتی ڈھانچے میں انتشار پیدا کرتا ہے۔ نشے کے عادی افراد کے خاندانوں میں مسائل بڑھ جاتے ہیں اور وہ اپنے اہلِ خانہ سے پیسہ چوری کرتے ہیں یا ان پر تشدد کرتے ہیں، جس سے گھریلو ماحول کشیدہ ہو جاتا ہے۔ یہ افراد اپنے دوستوں اور خاندان سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں سماجی تعلقات کی خرابی ہوتی ہے۔ تعلیمی اور پیشہ ورانہ زندگی بھی متاثر ہوتی ہے کیونکہ نشے کا عادی فرد کام میں عدم توجہ اور ناقص کارکردگی دکھاتا ہے، جس سے پورے معاشرتی و اقتصادی نظام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یقیناً، نشے کا معاشرتی اثرات پر گہرا اثر پڑتا ہے، جو نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی کو تباہ کرتا ہے بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے میں انتشار، جرائم اور بے سکونی پیدا کرتا ہے۔ معاشرتی طور پر نشے کی لت کو روکنا ضروری ہے تاکہ ایک محفوظ اور پرامن معاشرہ قائم کیا جاسکے۔

تدارک کے عملی اقدامات

نشہ آور اشیاء کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومتی، سماجی، تعلیمی، اور انفرادی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے۔

قانون سازی اور نفاذ

منشیات کی اسمگلنگ کو روکنے کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں اور ان پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔ منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی تیز کی جائے۔

تعلیمی اداروں میں شعور بیدار کرنا

تعلیمی نصاب میں نشے کے نقصانات سے متعلق مواد شامل کیا جائے۔ سیمینارز، ورکشاپس، اور آگاہی مہمات کا انعقاد کیا جائے۔ والدین اور اساتذہ کو نوجوانوں کی نگرانی کے حوالے سے تربیت دی جائے۔

صحت کے شعبے میں اقدامات

بحالی کے مراکز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور ان کا معیار بہتر بنایا جائے۔

ذہنی صحت کے مسائل کے علاج کے لیے مخصوص سہولتیں فراہم کی جائیں۔

معاشرتی اصلاح

نوجوانوں کو مثبت سرگرمیوں جیسے کہ کھیلوں اور ثقافتی تقریبات میں شامل کیا جائے۔

خاندانی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔

میڈیا کا کردار

میڈیا پر ایسے مواد کی نشر و اشاعت پر پابندی لگائی جائے جو نشے کو فروغ دیتا ہو۔ میڈیا کے ذریعے نشے کے نقصانات اور اس کے متبادل مثبت راستوں کو اجاگر کیا جائے۔

انفرادی سطح پر شعور

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں پر نظر رکھیں اور ان کے مسائل کو سنجیدگی سے لیں۔ نوجوانوں کو اپنے وقت اور توانائی کو مثبت سرگرمیوں میں صرف کرنے کی ترغیب دی جائے۔

خلاصہ

نشہ آور اشیاء کا بڑھتا ہوا رجحان پاکستان کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ اس کے خاتمے کے لیے حکومت، سماج، تعلیمی ادارے، اور خاندان کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ سال نو کے آغاز پر ہمیں عزم کرنا ہوگا کہ اس مسئلے کو جڑ سے ختم کریں گے تاکہ ہماری نوجوان نسل ایک روشن اور کامیاب مستقبل کی طرف گامزن ہو سکے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صبر، قناعت، اور مثبت سوچ کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ان اقدامات سے نہ صرف انفرادی زندگی بہتر ہوگی بلکہ پورا معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے گا۔

ISSN # : 3080-9746

نیلی چڑیا اور بلی۔۔۔ میری پیاری بلی تم نے ایسا کیوں کیا؟

محمد ذوالقرنین حیدر

عثمان ایک بہت نیک اور رحم دل لڑکا تھا۔اس کے پاس ایک پالتو بلی تھی، جس کا وہ بے حد خیال رکھتا تھا۔بلی بھی عثمان سے بے حد پیار کرتی تھی۔ایک دن عثمان گھر کے صحن میں موجود نیم کے درخت کی چھاؤں میں لیٹا آرام کر رہا تھا کہ اسے کسی پرندے کی سُریلی آواز آئی۔اس آواز میں بہت مٹھاس تھی۔پرندے کے چپ ہوتے ہی عثمان کی نگاہیں درخت پر بیٹھی نیلی چڑیا پر پڑیں۔

جو درخت کی ایک شاخ پر بنے گھونسلے میں رہتی تھی۔اب روز اس کا معمول بن گیا۔فرصت ملتے ہی اس کی نگاہیں ننھی چڑیا کو تلاش کرتیں۔اس کی آواز سن کر عثمان کے لبوں پر مسکراہٹ آجاتی تھی۔

عثمان کی دلچسپی چڑیا کی طرف ہوئی تو بلی کی طرف توجہ کم ہو

گئی۔اس لئے بلی چڑیا سے حسد کرنے لگی۔

ایک دن جب عثمان گھر پر موجود نہیں تھا تو بلی درخت پر چڑھ گئی اور گھونسلے کی طرف چھلانگ لگائی۔

نیلی چڑیا بلی کا نوالہ بن گئی۔چھلانگ لگانے کے نتیجے میں بلی کے ساتھ ساتھ گھونسلا بھی زمین پر آ گرا۔

عثمان گھر میں داخل ہوا تو اس نے چڑیا کا گھونسلا زمین پر گرا ہوا دیکھا اور بلی منہ پر لگے خون کو صاف کرنے میں مصروف تھی۔عثمان ساری بات سمجھ گیا اور اپنا سر پکڑ کر درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔روتے ہوئے اس کے منہ سے بس یہی الفاظ نکلے:’’میری پیاری بلی! تم نے ایسا کیوں کیا؟‘‘

ISSN # : 3080-9746

پی ایس ایل کے کاغذی شیر۔۔۔کروڑوں میں بکنے والے کھلاڑی ناکام کیوں ہوگئے؟

ٹی ٹونٹی کیلئے نا اہل قرار دئیے جانے والے بابر اعظم کامیاب ترین اورقومی ٹی ٹونٹی کے کپتان سلمان، سب سے ناکام عاقب اور مائیک ہیسن جواب دیں

کراچی کنگز کو سلمان علی آغا کا ایک اسکور اڑھائی لاکھ میں پڑا

رپورٹ: محمد عمر

پاکستان سپر لیگ پی ایس ایل، تادم تحریر اختتامی مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے، ہاکستان میں ہونے والی اس پریمیر لیگ کا انڈیا میں ہونے والی پریمیر لیگ (آئی پی ایل) سے موازنہ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن اس میں بھی کروڑوں میں بکنے والے زیادہ تر بین الاقوامی اورقومی کھلاڑی کچھ بھی نہ کر سکے, ان میں سرفہرست پاکستان کرکٹ بورڈ کے لاڈلے سلمان علی آغا ہیں، جو بنیادی طور پر ٹی ٹونٹی کے کھلاڑی ہی نہیں مگران کو قومی ٹی ٹونٹی کا، کپتان بنا دیا گیا، ان کو کراچی کنگز

نے کروڑوں روپے میں خریدا اورانہوں نے پاکستان سپر لیگ کے گیارہویں ایڈیشن میں مجموعی طور پر صرف 85 رنز بنائے جن میں ایک نصف سنچری بھی شامل نہ تھی، کراچی کنگز، والوں کو سلمان علی آغا کا ایک ایک اسکور اڑھائی اڑھائی لاکھ روپے کا پڑا اس کے برعکس بابر اعظم جن کو یہ کہہ کر ٹیم سے نکال دیا گیا تھا کہ اگرچہ وہ ٹی ٹونٹی میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ رنز، سب سے زیادہ نصف سنچریاں بنا چکے ہیں مگران کا 129 اسٹرائیک ریٹ بین الاقوامی کرکٹ کے معیار پر پورا نہیں اترتا جبکہ سلمان علی آغا کا 86 اسٹرائیک

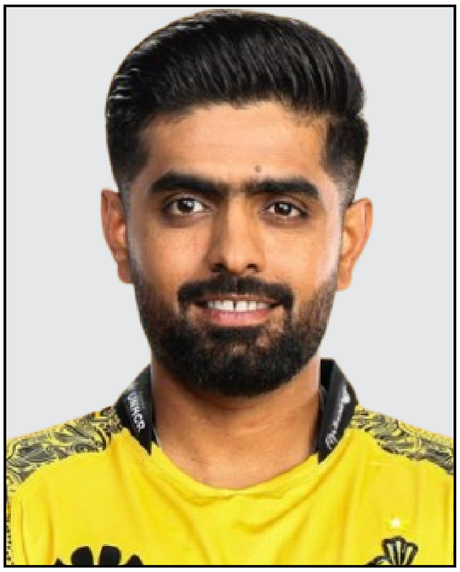

ریٹ توقع، کے، عین مطابق، ہے، قومی ٹیم کے کوچ مائیک ہیسن اور عاقب جاوید کو چلی بھر پانی کی ضرورت پیش آ گئی ہوگی کیونکہ ان کی طرف سے ٹی ٹونٹی کیلئے نا اہل قرار دیئے جانے والے بابر اعظم 588 رنز کے ساتھ ٹورنامنٹ میں سرفہرست ہیں اور تا حال ایک میچ باقی ہے وہ رواں ٹورنامنٹ میں دو سنچریاں بنانے والے واحد کھلاڑی ہیں۔ دیگر کھلاڑیوں میں سری لنکا کے کوشال مینڈیس بے بھی شاندار کارکردگی پیش کی اور تا حال 544 رنز کے ساتھ

دوسرے نمبر پر ہیں آسٹریلیا کے لیپوشیگنے، انگلینڈ کے معین علی نیوزی لینڈ کے ٹرنر اور مچل سمیت کئی کھلاڑی توقعات پر پورا نہ اتر سکے۔ بحثیت ٹیم حیدر آباد کنگز کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی جو پہلی مرتبہ پی ایس ایل میں شرکت کر رہی تھی اور اس ٹیم میں بڑے بڑے نام بھی شامل نہ تھے مگر اس کے نوجوان کھلاڑیوں نے بڑے بڑے اسٹارز والی ٹیموں کو لوہے کے چنے چبوا دیئے اس ٹیم کی طرف سے عثمان خان اور معاذ صداقت نے شاندار کارکردگی پیش کی اور اپنی سلیکشن کو

درست ثابت کر دیا تاہم شاہین شاہ آفریدی جنہیں پتہ نہیں کس کارکردگی کی بنا پر قومی کرکٹ ٹیم کا کپتان مقرر کیا گیا ہے۔ کئی مرتبہ رسوا ہوئے خاص طور پر کراچی کنگز کے خوشدل شاہ نے ان کے ایک اوور میں 26 رنز بنا کر لاہور قلندر کو فائنل کی دوڑ سے باہر کر دیا۔ کرکٹ بورڈ کے لاڈلے محمد نواز حسن نواز فہیم اشرف اور محمد رضوان بھی بجھے بجھے سے رہے تاہم باولنگ میں پہلی پوزیشن سوفیان مقیم نے حاصل کی جو ابھی تک کرکٹ بورڈ کی طرف سے مسلسل نظر انداز ہوتے رہے ہیں۔ 18 سالہ تیز باولر علی رضا نے ٹورنامنٹ کی واحد ہیٹ ٹرک کی مگران کو بین الاقوامی معیار کا باولر بننے کیلئے ابھی شدید محنت درکار ہے۔

ISSN # : 3080-9746

ہیں تلخ بہت بندہ مردور کے اوقات۔۔۔۔۔۔۔۔یوم مردوراں اورحقوق مردوراں

برصغیر میں مزدوروں کے حقوق پر بنائے جانے والی یادگار فلمیں

نرگس، دلیپ کمار، امیتابھ بچن اورراج ببر نے محنت کشوں کے کرداروں میں حقیقت کا رنگ بھردیا

لالی ووڈ میں مسرت نذیر، محمد علی، ندیم، شاہد اور سلطان راہی کی مزدوروں کے کرداروں میں شاندار پرفارمنس

رپورٹ: محمد عمر

شکاگو میں شہید ہونے والے مزدوروں سے اظہار یکجہتی کیلئے پاکستان اورانڈیا کے فلم میکرز بھی کسی سے کم نہیں رہے، وقتا فوقتا ایسی فلمیں نمائش کیلئے پیش کی گئیں جن میں مزدوروں کی تلخ زندگی کی بھرپور عکاسی کی گئی، اس سلسلہ میں انڈیا کی مشہور فلم،،مدر انڈیا،، 1958 میں نمائش کیلئے پیش کی گئی،اس فلم نے ریکارڈ بزنس کیا اور آج بھی انڈیا کی 10 بڑی فلموں میں شامل ہے،اس فلم میں سنجے دت کی والدہ نرگس نے زندگی کا بہترین کردار ادا کیا، جو اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے کھیتوں میں مزدوری کرتی ہے اور جاگیر دار کے ظلم کا نشانہ بنتی ہے اور ایک بار آگ میں بھی گھر جاتی ہے،اس فلم کا ایک گیت

دُنیا میں ہم آئے ہیں تو جینا ہی پڑے گا

آج 68 سال بعد بھی لوگوں کو یاد ہے، کئی سال بعد اداکارہ و ہدایت کارہ شمیم آرا نے ،جیو اور جینے دو،، کے نام سے،،مدر انڈیا،، کی نقل تیار کی، نرگس والا کردار شمیم آرا نے خود ادا کیا، یہ اصل فلم کا ایک فیصد بھی تاثر قائم نہ کرسکی، ندیم، وحید مراد، غلام محی الدین، ممتاز اور کویتا جیسے بڑے نام بھی فلم کو ناکامی سے نہ بچا سکے، راج کمار والے یادگار کردار کی کاپی ندیم سے کرانے کی کوشش کی گئی جو ناکام رہی، 1955 میں انڈیا میں، نیا دور،، کے نام سے ایک فلم نمائش کیلئے پیش کی گئی جس میں دلیپ کمار نے ایک تانگے والے کا کردار کیا تھا، دلیپ کمار اس کردار کو حقیقی شکل دینے کیلئے ایک ماہ تک تانگے والوں کے ساتھ تانگہ چلاتے رہے، اس فلم کا ایک گیت

ساتھی ہاتھ بٹانا

بہت مشہور ہوا تھا، وجنتی مالا نے اس فلم میں ہیروئین کا کردار ادا کیا تھا پہلے یہ کردار مدھو بالا کرنے والی تھیں مگر اپنے والد عطاء اللہ خاں کی مداخلت کے باعث ان کو یہ فلم چھوڑنا پڑ گئی اور یہی سے دلیپ اور مدھو بالا کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے اور ان کا رومانس بھی اختتام پذیر ہوگیا۔ دلیپ کمار نے کئی سال بعد 1983 میں ریلیز ہونے والی فلم،،مزدور،،، میں بھی ایک مزدور کا کردار ادا کیا اور ثابت کیا کہ واقعی انڈین سنیما میں ان سے بڑا کوئی پرفارمر پیدا نہیں ہوا، اس فلم میں روایتی پیرو کا کردار راج ببر نے کیا تھا، انہوں نے بھی مزدور کے کردار میں شاندار اداکاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ انڈین فلموں کے سپر اسٹار امیتابھ بچن نے 1975 میں ریلیز ہونے والی فلم،،دیوار،، میں ایک محنت کش کا کردار انتہائی شاندار طریقے سے ادا کیا تھا اس فلم نے بھی بزنس کے نئے ریکارڈ قائم کئے تھے، لیادرہے کہ اس فلم سے ہی ان کو اینگری ینگ مین کا خطاب ملا تھا، انہوں نے 1982 میں ریلیز ہونے والی فلم،،قلی،، میں ایک مسلمان محنت کش کا کردار بڑی خوبصورتی سے ادا کیا تھا، یہ فلم بھی سپر ہٹ رہی، اس فلم کی شوٹنگ کے دوران امیتابھ زخمی ہوکر کئی ماہ کیلئے اسپتال پہنچ گئے تھے۔

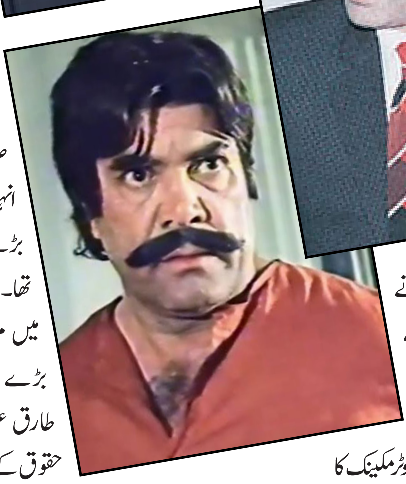

پاکستانی فلموں کے عظیم اداکار محمد علی نے فلم،،سلاخیں،، میں ایک غریب محنت کش کا کردار ادا کیا تھا جس کی بیٹی بچپن میں اس سے بچھڑ جاتی ہے۔

اداکار ندیم نے اپنے سرمائے سے ایک فلم ،،مٹی کے پتلے،، بنائی تھی، مرکزی کردار بھی انہوں نے ہی ادا کیا تھا، نشو ان کی ہیروئین تھی، مزدوروں کے مسائل پر بننے والی یہ فلم بہترین کہانی اور شاندار اداکاری کے باوجود فلم بینوں کو پسند نہ آسکی۔ بعد ازاں ندیم نے اپنی مشہور زمانہ فلم،،دل لگی،، میں ایک موٹر مکینک کا کردار اتنی خوبصورتی سے ادا کیا کہ وہ ان کی پہچان بن گیا، انڈیا میں،،دل لگی،، کی کاپی،،محبت کی آرزو، کے نام سے بنائی گئی، اس میں موٹر مکینک کا کردار رشی کپور نے ادا کیا مگر وہ ندیم کے مقابل 50 فیصد بھی کردار نگاری نہ کرسکے، ورسٹائل اداکار شاہد نے اپنی مشہور فلم،،سسرال،، میں ایک قلعی گر کا یادگار کردار ادا کیا،، اس فلم کا ایک گیت

پانڈے قلعی کرالو پرانے نویں بنالو

اس دور میں زبان زد عام یو گیا تھا، بعدازاں یہی کردار ایک پنجابی فلم میں علی اعجاز سے کرانے کی بھونڈی کوشش کی گئی۔ شاہد نے حسن عسکری کی پنجابی فلم،،دو ہتھکڑیاں،، میں بھی ایک محنت کش کا کردار بڑی مہارت سے ادا کیا تھا۔ ہدایتکار اقبال کشمیری کی فلم،،ستا خون مہنگا پانی،، میں شاہد نے ایک دیہاڑی دار لوہار کا کردار ادا کیا۔ پنجابی فلموں کے سپر اسٹار سلطان راہی نے،،دل لگی،، میں ایک دیہاڑی دار کا کردار ادا کر کے منوالیا تھا کہ وہ صرف بدمعاش کے کردار تک محدود نہیں، چانس ملنے پر وہ مشکل سے مشکل کردار بھی کر سکتے ہیں، پنجابی فلم،،بابل صدقے تیرے،، میں بھی انہوں نے ایک مزدور کا کردار بڑے شاندار طریقہ سے ادا کیا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے زمانہ میں مزدوروں کے حقوق کے بڑے تذکرے تھے تو، اداکار طارق عزیز نے مزدوروں کے حقوق کے بارے میں اپنے سرمائے سے فلم،،ساجن رنگ رنگیلا،، بنائی جس میں ان کے علاوہ رنگیلا اور دیبا نے مرکزی کردار کئے تھے، یہ فلم باکس آفس پر بری طرح ناکام ہوگئی، 50 کی دہائی میں اداکارہ مسرت نذیر کی فلم،،یکے والی،، بلاک بسٹر رہی تھی، جس میں مسرت نذیر نے یکے والی کا کردار اتنی خوبصورتی سے ادا کیا کہ پرانے لوگ آج بھی ان کو اسی کردار کے حوالہ سے پہچانتے ہیں، بعد ازاں اداکارہ شبنم اور نجمہ نے بھی تانگے والی کے کردار کئے لیکن وہ مسرت نذیر کے مقابل 20 فیصد بھی پذیرائی حاصل نہ کرسکیں۔

ISSN # : 3080-9746

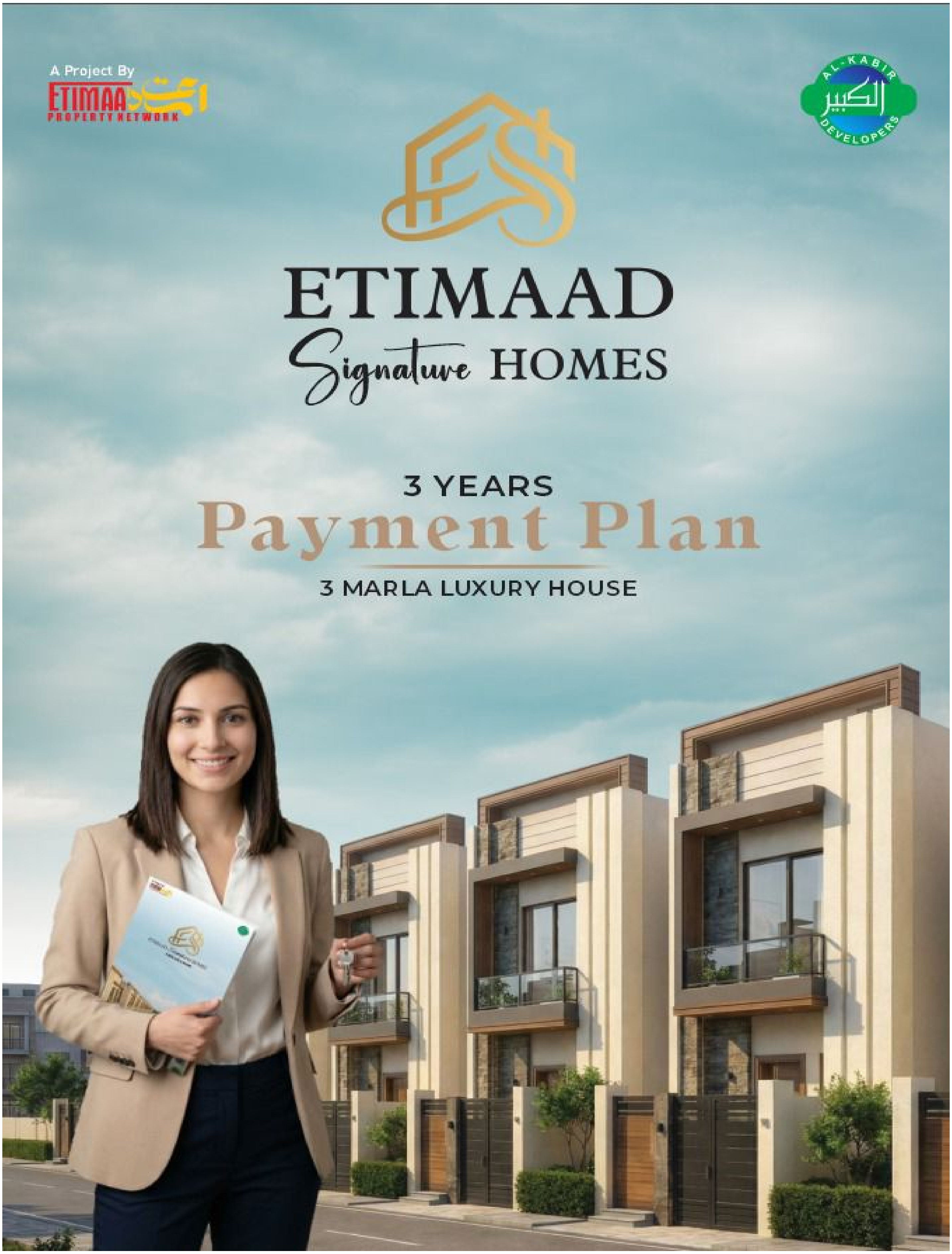

ISSN # : 3080-9746